حق

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

تصحیح التاریخ

(مُصنّفہٗ)

قاضی ظہور الحسن ناظمؔ

سیوہارہ ضلع بجنور مصنف تحفۃ السلطان و اردو کہانیاں و
سودا اور فردوسی و باطل شکن و المفید و غازیان ہند وغیرہ وغیرہ

(مترجم عقیدۃ الطحاوی)

مطبوعہ معین دکن پریس چھتہ بازار حیدرآباد

١٨

اہل الرائے

عالیجناب پروفیسر ابن حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - ایم - اے -

پروفیسر تاریخ ہند جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

مسلمانوں کے ممتاز فرمانرواؤں کے خلاف عام طور سے جو اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کی اس رسالہ میں تاریخی نقطۂ نظر سے تردید کی گئی ہے اسکا زیادہ تعلق ہندوستان کے مشہور شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر سے ہے جسکی مولانا شبلی مرحوم کے قول کی مطابق فرد قرارداد جرم سب سے زیادہ طویل ہے۔ مصنف صاحب نے اپنے مضمون کے اس حصہ کیلئے نہایت محنت و قابلیت سے مواد فراہم کیا ہے۔ اور اپنے خیالات کی تائید میں زیادہ تر غیر مسلم محققین و مصنفین کی سند پیش کی ہے جسکی وجہ سے بیجا حمایت کا گمان و شبہ نہیں ہوسکتا۔ مجھے امید ہے کہ مضمون دان۔ نیز دیگر تعلیمیافتہ اصحاب اس رسالہ کو خالی از دلچسپی نہ پائیں گے۔ فقط

عالیجناب مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی سلمہ اللہ تعالے

رکن دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔ مصنف تاریخ ہندوستان۔

میں نے تصحیح التاریخ مصنفہ قاضی ظہور الحسن صاحب کو مطالعہ کیا۔ قاضی صاحب موصوف نے میرے خیال میں نہائت محنت اور تحقیق سے اکثر اختلافی مسائل تاریخی پر بحث کی ہے۔ اور بہت سے غلط خیالات کی جو مختلف وجوہ سے ملک میں شائع ہوگئے ہیں اصلاح فرمائی ہے۔ پھر یہ کہ اعتدال و متانت کو کہیں ہاتھ سے نہیں دیا ہے اور اسلامی بادشاہوں کے اوصاف خود غیر مسلم مصنفین کی سند سے مرتب کئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ رسالہ نہایت مفید معلومات کا ذخیرہ ہے اور اسکی اشاعت جسقدر زیادہ ہوگی اسیقدر زیادہ فائدہ ہوگا فقط

عالیجناب پروفیسر ہارون خان صاحب شروانی سلمہ اللہ تعالیٰ

ایم۔ اے آکسن۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

میں نے مولانا ناظم صاحب سیوہاروی کی کتاب تصحیح التاریخ کو بغور دیکھا۔
مولانا نے ان تمام اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو بعض مسلمان فرمانروایان ہند مثلاً محمود غزنوی۔ عالمگیر۔ ٹیپو۔ وغیرہ پر کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے قدیم و جدید مسلم و غیر مسلم مؤرخوں کے اقوال سے اپنے خیالات کا ثبوت پیش کیا ہے۔ مولانا کی نظر نہایت وسیع ہے اور جب کبھی وہ کسی امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں تو اپنے نقطۂ نظر کے موافق تقریباً جسقدر بھی مورخ دستیاب ہیں سب ہی سے کام لیتے ہیں۔ میرے نزدیک تاریخ ہند کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب سُود مند ثابت ہوگی۔ فقط ۔

عالیجناب پروفیسر جمیل الرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایم۔ اے

پروفیسر تاریخ اسلام۔ جامعۂ عثمانیہ

میں نے مولوی قاضی ظہور الحسن صاحب کا غیر مطبوعہ رسالہ تصحیح التاریخ غور سے دیکھا۔ اس رسالہ میں انہوں نے بعض اُن اعتراضات کا جواب دیا ہے جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں پر غیر مسلم مؤرخ کیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان بادشاہوں میں سے اورنگ زیب عالمگیر سب سے زیادہ ملعون ہے۔ اور مولوی صاحب موصوف نے اسی بادشاہ کے متعلق زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے ہر لحاظ سے یہ رسالہ نہایت قیمتی معلومات سے مملو ہے۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وہ آئندہ بھی اپنی تحقیقات سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے رہیں گے۔ فقط

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

اٹھارویں صدی عیسوی کے مؤرخوں نے مستند تاریخی بیانات اور صحیح قیاسات سے قطع نظر کرکے اپنی ذاتی مصلحتوں کی بنا پر افواہات اور دور از عقل و صواب قیاسات کو تاریخی درجہ دیکر محمد بن قاسم۔ سبکتگین۔ محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری۔ اورنگ زیب۔ حیدر علی۔ ٹیپو ان سات حکمرانوں پر بہت سے الزامات قایم کرکے ان کو ظالم۔ جابر۔ متعصب مشہور کیا ہے[۲] ان زہریلے بیانات نے ہندوستان میں ایک خوفناک ذہنیت پیدا کردی ہے۔ واقعہ پسندوں نے ان بیانات کو مذہبی رنگ دیکر اور بھی خطرناک بنادیا۔ اگرچہ چند مصنفوں نے حق کا اظہار کیا ہے مگر وہ اسقدر ناکافی ہے کہ اُسکا عام نظروں میں چھپ جانا دشوار ہے۔

فقیر نے جب رسالۂ جہاد تالیف کیا تو اس سلسلہ میں ان سلاطین کے نام نامی بھی آئے لیکن میں نے خلط مبحث سے بچنے کے لئے رسالۂ جہاد میں ان حضرات کا تذکرہ چھوڑ دیا تھا۔ اور آخر میں اعلان کردیا تھا کہ ان ہفت تن پاک پر جو اعتراضات ہیں ان کے جواب میں علیحدہ رسالہ غازیانِ ہند شایع کرونگا۔ چنانچہ رسالۂ جہاد کے شایع ہوجانے پر اہلِ علم کے صدہا خطوط غازیان ہند کی تالیف کیلئے میرے پاس آئے لیکن میں اپنی پریشان حالی کی وجہ سے رسالہ مذکور کو مرتب نہ کرسکا۔ خدائے کریم نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو اس سال میں اُس وعدہ سے سبکدوش فرمایا۔ غازیانِ ہند میں ان تمام اعتراضات پر نہایت مدلل و مکمل بحثیں ہیں۔ میرے مکرم دوست عالیجناب نواب محمد بہادر خان صاحب جاگیردار دولت آصفیہ نے جو ایک ہمدرد قوم اور علم دوست رئیس ہیں ارشاد فرمایا کہ۔ غازیانِ ہند ایک مذہبی اور مناظرہ کی کتاب بن گئی اسکول و کالج کے طلبا کے مطالعہ تک اُسکا پہنچنا دشوار ہے لہٰذا اسکا خلاصہ تاریخی پیرایہ میں کیا جائے تو کہ طلبا بھی مستفید ہوسکیں مجھکو اپنے محترم دوست کی یہ رائے پسند آئی اور غازیان ہند کا یہ خلاصہ تیار کرکے تصحیح التاریخ نام رکھا اور اس رسالہ کو مذہبی بحثوں سے پاک رکھنے کی پوری سعی کی لیکن ان جوابات کا پورا لطف تو اُسیوقت حاصل ہوگا جبکہ انکو غازیان ہند میں پڑھا جائے میں نے مسلمان مؤرخین کے اقوال نہیں لئے بلکہ غیر مسلم مصنفین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے میرے محترم دوست میر باذل مولانا الحاج فیض الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وکیل حیدرآباد کو جنکے سایۂ عاطفت میں بیٹھکر فقیر نے اس تاریخی اسلامی خدمت کو انجام دیا ہے میں عزیزی مولانا الحاج عبدالبصیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے مثل میری دیگر تصانیف کے اس رسالہ کے مرتب کرنے میں بھی میری مدد کی ہے ورنہ (صلاح کار کجا و من خراب کجا) اہل نظر کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر اس رسالہ میں کوئی غلطی یا فروگزاشت پائیں تو خاکسار کو مطلع فرمائیں تاکہ دوسری اشاعت میں اصلاح کیجاسکے فقط خادم قوم ناظم (جنوری ۱۹۳۰ء)

[۲] سر جان کی لکھتا ہے ہم لوگوں کا یہ عام طریقہ ہے کہ پہلے کسی دیسی حکمراں کی سلطنت پر قبضہ کرتے ہیں اور پھر اُس معزول بادشاہ یا اُس کے جانشین کو بدنام کرتے ہیں (ہسٹری آف دی سپائی وار جلد دوم)

۷۸۶

سردار محمد بن قاسم

اس غیور و پاک طینت سردار لشکر اسلام پر چار اعتراض ہیں۔ (۱) ہندوستان پر خواہ مخواہ فوج کشی کی۔ (۲) ہندوؤں پر ظلم کیا۔ (۳) مندر منہدم کئے۔ (۴) ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔

واقعات

راجہ سراندیپ نے کچھ تحائف خلیفہ ولید کے لئے روانہ کئے انہیں جہازوں میں مسلمان مرد عورت بوڑھے بچے جوان بارادہ حج سوار ہوگئے۔ یہ جہاز بھٹک کر ساحل دیبل (کراچی) پر جا پہنچے۔ گورنر دیبل نے ان جہازوں کو لوٹ لیا۔ اور مسافروں کو قید کر لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حجاج بن یوسف گورنر عراق و حجاز کو ہوئی تو اُسنے اپنے ماتحت محمد ہارون کو لکھا کہ راجہ داہر سے اسکا سبب دریافت کرے کہ بلا وجہ کیوں جہاز لوٹے گئے۔ اور عورت مرد کیوں قید کئے گئے۔ محمد ہارون کے استفسار پر راجہ داہر نے جواب ناصواب دیا۔ اسپر حجاج نے خلیفہ سے اجازت حاصل کرکے بہ کردگی بدیل تین ہزار لشکر روانہ کیا۔ پہلے ہی حملے میں کل لشکر اسلام شہید ہوا۔ اوس کی جگہ حجاج نے اپنے چچا زاد بھائی اور داماد محمد بن قاسم کو (جس کی عمر اسوقت سترہ سال کی تھی) سپہ سالار بناکر بھیجا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر اور اسکے مددگاروں کو شکست دی۔ کون انصاف پسند ہے جو اس حملہ کو ناواجب قرار دیگا۔

شہادتین

ہنٹر صاحب لکھتے ہیں: "جبکہ عربوں کا جہاز سندھ کی بندرگاہ میں لوٹا گیا تو تاوان لینے کی غرض سے ایک نوجوان سردار نے جسکا نام محمد قاسم تھا ۷۱۲ء میں سندھ پر فوج کشی کی"۔ (تاریخ ہند حصہ دوم)۔ لالہ جودھیا پرشاد لکھتے ہیں: "۷۱۲ء میں سندھ کے راجہ نے اہل عرب کے کچھ جہاز لوٹ لئے جسپر محمد قاسم نے خفا ہوکر فوج روانہ کی"۔

(تاریخ ہند حصہ دوم)

محمد بن قاسم کی ہندو نوازی

دوسرے مقامات کیطرح ہندوستان میں بھی عرب

اقوام پر کوئی مذہبی جبر نہیں کیا گیا۔ محمد بن قاسم ہندوؤں کے سوشل اور مذہبی رسومات و
اعتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسے مسلمانوں کو تھی۔
ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہ کی جاتی تھی۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش
کرتے تھے اور ان کے ایما پر اُن کی ذات پات کی قواعد کو بھی قانون کا درجہ دیا گیا تھا توسیع
سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے لئے تمام دفاتر کھول دئے گئے تھے۔ برہمنوں کو مالگزاری
اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا۔ اور قاسم نے وزارت کا عہدہ اپنے وقت کے مشہور
فلاسفر کاکسا کو عطا کیا تھا۔ (مسٹر چنی لال۔ ایم۔ اے)۔ برہمن آباد (اسکے دو نام اور تھے
پمبرا کا تھل اور دیورانی جو گھاٹ) پر جب اہل عرب قابض ہوئے تو ہندوؤں کو مندروں کی
مرمت کرنیکی اجازت دیدی۔ اور کسی کو بھی مذہب کی پیروی سے نہیں روکا۔ ایلیٹ جلد اول)
محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے مندر وغیرہ نہیں توڑے۔ (تاریخ ہند پروفیسر ایشوری پرشاد)
موکہ بن بسایا جب گرفتار ہو کر محمد قاسم کے سامنے پیش ہوا تو اس کی بڑی عزت کی اور اس کو
جاگیر مع ایک لاکھ درم نقد و خلعت عنایت کیا۔ سی ساگر وزیر راجہ داہر جب آیا تو اس کا بھی
بہت احترام کیا اور اُس کو مشیر مقرر کیا۔ بنو یہ پسر دھارن کو دھلیلہ کا راج عطا کیا۔ برہمن آباد
کا علاقہ وہیں کے ہندوؤں میں تقسیم کر دیا۔ راجہ داہر کے چچازاد بھائی کو انعام و اکرام اور
معزز عہدہ دیا (واقعات ہند تلسی رام)۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں۔ دیبل پر ایک بیڑا اُن جہازوں
کا پہنچا جس میں سراندیپ کے حاجی سوار تھے اور اس میں خلیفہ کے لئے تحفے بار تھے۔ ان جہازوں کو
راجہ کے گورنر والیٔ دیبل نے لٹوا لیا۔ اس پر برہم ہو کر خلیفہ نے محمد قاسم کو فوج کشی کا حکم دیا۔
باقی اس ہی سلسلہ میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ اور ان لڑائیوں میں نہ کوئی مندر ڈھایا گیا اور
نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد قاسم نے برہمن آباد کے مندروں کی مرمت کرائی اور
برہمنوں کو معزز عہدے دئے یہ سردار ایسا ہر دلعزیز تھا کہ رانی لاڈی (بیوہ راجہ داہر)
نے بخوشی اس کی بیوی بننا قبول کیا۔ جب محمد قاسم ہندوستان سے چلا تو شہر کیرج کے ہندوؤں
اور بدھوں نے اس کا بت بنایا جو کچھ عرصہ بعد پوجا جانے لگا"۔ (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء)
پس اکابر و مقدمان براہمہ فرمود کہ معبود خود را عبادت کنند و فقرائے براہمنان را احسان
و تعہد تیمار دارند و اعیاد و مراسم خود بشرائط آبا و اجداد قیام نمایند و صدقات کہ پیش ازین
در حق براہمہ می دادند برقرار قدیم بدہند (تاریخ سندھ علی بن حامد)۔

سلطان سبکتگین

اس سلطان پر دو اعتراض ہیں۔ (۱) بلا وجہ جیپال سے جنگ کی۔
(۲) یہ ایک غلام تھا۔

واقعات

تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جسکے عقائد ملحدانہ اور اعمال انارکسٹانہ تھے۔ وہ فریب دغا جسطرح بھی ممکن ہوتا تھا علماء اور سلاطین اسلام کو قتل کرتے تھے۔ اسلامی سلطنتوں کو برباد کرنا اُن کا خاص مقصد تھا۔ اس فرقہ کا سبکتگین اور محمود کے عہد میں بہت زور تھا۔ یہ قرامطہ کہلاتے تھے یہ جس ملک میں جاتے وہاں کے باشندوں کے عقائد میں اپنے عقائد ملا کر اُن کو اپنا ہمخیال و ہمدرد بنا کر اُن سے تخریب اسلام میں مدد لیتے تھے۔ اس فرقہ کی ایک جماعت ۲۶۵ھ میں نوشکی و مکران کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوئی۔ اور ہندوؤں سے اسقدر میل جول بڑھایا کہ ہندو ان کے مخلص و ہمدرد دوست بن گئے۔ ہندوستان میں پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ سندھ کی اسلامی ریاست منصورہ[ا] پر ہندو راجاؤں کو ابھار کر چڑھا دیا۔ اسطرح منصورہ کا خاتمہ کر کے اسکا علاقہ ہندو رئیسوں میں تقسیم کر دیا۔ زیادہ حصہ راجہ جیپال نے پایا۔ پھر راجہ جیپال اور راجہ بھاطنہ سے ایک سرحدی سردار حمید خان (جو قرمطی المذہب تھا) کو مدد دلا کر ملتان کی اسلامی ریاست کو زیر و زبر کیا۔ (محمود کے عہد میں اس ہی حمید خان کا پوتا ابو الفتح داؤد ملتان پر حکمران تھا) بعد ازیں قرامطہ نے راجہ جیپال کو اُبھارا اور وہ بامداد چند راجگان سلطان سبکتگین پر حملہ آور ہوا۔ سلطان اُس وقت دیلمیوں کے ساتھ مصروف پیکار تھا کہ جیپال نے حملہ کر دیا۔ اور سینکڑوں میل حدود سلطانی میں ملک کو روندتا ہوا چلا گیا۔ غزنی دار الخلافہ کے قریب پہنچنے والا تھا جو سلطان کو خبر پہنچی کہ راجہ جیپال تین لاکھ فوج لیکر چڑھ آیا ہے۔ سلطان نے وہاں سے لوٹ کر ساٹھ ہزار لشکر لے کر شہر غزنی کے متصل جانب جنوب

[ا] منصورہ کو عمرو بن محمد بن قاسم نے ۱۱۹ھ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر آباد و قائم کیا تھا۔ اور وہاں ۲۶۵ھ تک بنو سامہ کی جو ایک قریشی قبیلہ تھا حکومت تھی۔ محمد بن قاسم کا یہ بیٹا عمرو رانی لاڈی بیوہ راجہ داہر کے بطن سے تھا رانی نے محمد بن قاسم سے نکاح کر لیا تھا۔

جیپال کا مقابلہ کیا۔ اور شکست دیکر اُس کو گرفتار کر لیا۔ جیپال نے خراج گذاری کا وعدہ کر کے رہائی حاصل کی۔ سلطان نے اپنے چند معتمد و متول زر کیلئے راجہ کے ساتھ بھیجے۔ راجہ نے لاہور پہنچ کر سلطان کے آدمیوں کو قید کر لیا۔ اس وعدہ خلافی و جسارت پر برہم ہوکر سلطان نے جیپال پر فوج کشی کی۔ تمام راجگان ہند نے جیپال کی مدد کی۔ مگر شکست کھائی اور جیپال گرفتار ہوکر سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ اور بہت گڑگڑا کر معافی چاہی۔ رحیم و کریم سلطان نے پھر معاف کر دیا۔

شہادتیں

پنجاب کی سرحد پر پہلے لڑائی جو ہندو مسلمانوں میں ہوئی اُسمیں چھیڑ ہندوؤں کی طرف سے ہوئی تھی۔ (تاریخ ہند حصہ دوم ہنٹر صاحب)۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں "ایک فرقہ پیدا ہوا جو ناراکشانہ عقاید رکھتا تھا اونکو قرامطہ کہتے تھے۔ یہ لوگ اسلام اور اہل اسلام و سلاطین کے جانی دشمن تھے۔ اس فرقہ والوں نے اوّل ہندوستان میں آکر سندھ کی زبردست اسلامی ریاست منصورہ کو بامداد بعض راجگان ہند نیست کیا اور اسکا ملک راجوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اسلام کی ایک دوسری ریاست کو جو ملتان میں تھی بسازش راجہ جیپال زیر و زبر کیا۔ اُس زمانہ میں سبکتگین کا اقبال عروج پر تھا۔ قرامطہ اُس کے خلاف سازش کرتے تھے وہ قرامطہ کی سزادہی کی فکر میں تھا۔ آخر قرامطہ نے راجہ جیپال سے سبکتگین کی سلطنت پر حملہ کرا دیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)۔ لالہ سجان رائے بھنڈاری بٹالوی لکھتے ہیں "راجہ جیپال با بسیارے لشکر و فیلان صف در بر سر غزنی رفت سلطان بدریافت این خبر با لشکر بسیار و مبارزان جرار در حدود ولایت خویش رسیدہ آمادۂ پیکار گردید (خلاصۃ التواریخ) لالہ تلسی رام لکھتے ہیں "جب راجہ جیپال گرفتار ہوا تو سبکتگین سے معاہدہ کیا کہ تاوان جنگ اور خراج ادا کریگا۔ سبکتگین نے راجہ کو چھوڑ دیا۔ لیکن راجہ نے لاہور پہنچ کر وعدہ خلافی کی۔ اور بادشاہ کے آدمی جو تاوان جنگ لینے آئے تھے قید کر لئے اسپر جھنجلا کر بادشاہ نے حملہ کیا بہت سے راجوں نے جیپال کا ساتھ دیا۔ پر شکست پائی اور راجہ پھر گرفتار ہوکر پیش ہوا اور سلطان سے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کر دیا۔ سلطان کا مقصد ملک گیری تھا اس لئے وہ ہندوستان میں اپنے مذہب کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔ (واقعات ہند) پس از رسیدن بمسکن خود از قرار داد برگشتہ کسان سلطان را کہ برائے سپردن فیل و مال ہمراہ آوردہ بود بہ مبادلہ مردم خود کہ نزد سلطان گذاشتہ آمدہ گرو بندی کرد۔

(خلاصۃ التواریخ سُجان سنگھ" راجہ نے شکست کھا کر اُسے خراج دینا قبول کیا جب وہاں سے چھوٹ کر لاہور آیا تو اُسنے بادشاہ کو وہ خراج نہیں بھیجا۔" (آئینۂ تاریخ نما مصنفۂ راجہ شیو پرشاد) راجہ جیپال نے لشکر کشی کر کے غزنی کی طرف ارادہ کیا۔ سلطان یہ خبر سُن کر اپنی ولایت کی حدود پر پہنچ کر تیار جنگ کا اور دونوں طرف جنگ باہم اکثر ہوا۔ بہت سے مارے گئے۔ راجہ مغلوب ہوکر صلح سے پیش آیا۔ اور قرارداد کچھ نقد کا اور پچاس ہاتھیوں کا کر کے ملازمان بادشاہ کو ہمراہ لیکر اپنے مسکن کو آیا اور وہاں پہنچکر اس قرار سے برخلاف ہوکر ملازمان بادشاہ کو مقید کر لیا۔ (عمدۃ التواریخ مصنفہ لالہ رتن لال قلمی موجودہ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد ص۸)

صاحب تاج و تخت کیلئے نجیب الطرفین ہونا ضروری نہیں۔ ہر ملک میں نیچ قوم کے آدمی صاحب تخت گذرے ہیں۔ شاپور ذوالاکتاف شاہ ایران بن شاہ نرسی لونڈی کے پیٹ سے تھا۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم ص۱۳۵) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں " اوکی (راجہ چندر گپت) کی ماں ایک نیچ ذات کی عورت تھی۔ (تاریخ ہند ص۱۹۴) آخری بادشاہ نند دوسری پیڑی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے۔ (تاریخ ہند ص۱۹۵) اوسکی (راجہ گندھرپ سین) ایک پرستار سے راجہ بھرتری پیدا ہوا (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۷) غرض یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر ملک و ملت کے فرمانروا خاندانوں میں ملیگی۔ پھر سبکتگین بیچارے کو اس نام سے کیوں بدنام کیا جاتا ہے۔ سبکتگین کا نسب نامہ اس طرح مذکور ہے۔ سبکتگین بن قرمحکم بن قرار رسلان بن قراملت بن قوالنعمان بن فیروز بن یزدجرد شہنشاہ ایران (تاریخ فرشتہ) کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں "وہ سبکتگین کہ بشش واسطہ سلسلۂ او بہ یزدجرد میرسد (گلستان ہند دفتر دوم ص۳) سبکتگین اصل میں ایک شہزادہ ایران کا تھا (ہسٹری آف انڈیا جارج اینڈ کنگ)

سلطان محمود غزنوی

اس سلطان پر چھ اعتراض ہیں۔ (۱) راجہ جیپال پر حملہ کیا۔ (۲) ہندوؤں کو قتل کیا۔ (۳) ہندوؤں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا۔ (۴) ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا۔ (۵) مندر منہدم کئے۔ (۶) فردوسی کے ساتھ وعدہ خلافی کی۔

واقعات

سبکتگین کے انتقال پر اوسکے بیٹوں میں تخت سلطنت کیلئے نزاع ہوا۔
جیپال نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ڈیڑلاکھ فوج اور تین سو ہاتھیوں سے حملہ کردیا۔ سلطان محمود نے
دو ہزار سپاہ سے مقابلہ کرکے جیپال کو شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ جیپال نے معافی چاہی۔ شیر دل باپ کے
شیر دل بیٹے نے معاف کردیا۔ جیپال لاہور پہنچ کر غیرت کے مارے آگ میں جل مرا اور اسکا بیٹا
انند پال گدی نشین ہوا۔ جو بظاہر کچھ عرصہ تک خراج گذار رہا لیکن خفیہ جنگی تیاریوں میں مصروف
رہا۔ آخر سنہ ۱۰۰۳ء میں بامداد چند راجگان حدود سلطانی پر حملہ آور ہوا۔ سلطان نے شکست
دیکر گرفتار کرلیا۔ انند پال نے معافی چاہی۔ سلطان نے معاف کردیا۔ لاہور آکر پھر سازشوں میں
مصروف ہوگیا اور پھر سلطان سے لڑکر شکست کھاکر کشمیر کیطرف روپوش ہوگیا۔ سلطان نے
اسکے بیٹے جیپال ثانی کو تخت نشیں کردیا۔

شہادتیں

سبکتگیں کے مرنے پر محمود اور اسکے بھائی میں جنگ ہوئی۔ راجہ جیپال نے
اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور محمود پر چڑھائی کی۔ محمود بھائی کو شکست دے کر راجہ سے جنگ آزما
ہوا۔ راجہ شکست کھاکر گرفتار ہوا۔ اور معافی کا خواستگار ہوا۔ محمود نے معاف کردیا۔ راجہ
لاہور آکر چتا میں جلگیا۔ اوسکے بعد انند پال اسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ انند پال نے سلطان پر
چڑھائی کی۔ پر شکست کھائی۔ پھر ابوالفتح قرملی کی حمایت میں لڑکر شکست کھاکر کشمیر کیطرف بھاگ گیا
محمود نے اسکا راج اسکے بیٹے پر بحال کیا۔ (واقعات ہند تلسی رام) ملتان میں داؤد بن نصر رئیس ملحدہ
حکومت رکھتا تھا۔ سلطان نے عزیمت کرکے راہ مخالف سے ارادہ کیا۔ تاکہ وہاں کا حاکم خبردار نہ ہو
راجہ انند پال بیٹا جیپال کا سرراہ تھا حائل ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی ہوئی۔ راجہ تاب نہ لاکر
کوہستان کشمیر میں چلاگیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۸۲) اس لڑائی کے بعد محمود نے ان
سرحدی قبائل کو سزائیں دیں جن کو راجہ جیپال نے سازش کرکے پہلے سے اپنا شریک بنالیا تھا۔
(واقعات ہند) سنہ ۱۰۰۵ء میں محمود کا تیسرا حملہ ابوالفتح حاکم ملتان پر ہوا۔ انند پال اسکی حمایت
میں بادشاہ سے لڑا۔ لیکن آخر شکست کھاکر کشمیر کو بھاگ گیا۔ (تاریخ ہند اجودھیا پرشاد) محمود نے
سوائے لڑائی یا محاصرہ کے کبھی کسی ہندو کا خون نہیں بہایا۔ (تاریخ ہند الفنسٹن) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو۔ (تاریخ ہند کلارک مارشمین) جسطرح یہ غلط ہے کہ

محمود نے ہندؤں کو اسلئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے۔ اسیطرح یہ بھی غلط ہے کہ اُسنے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ محمود زر دوست تھا۔ ملک گیری اُسکا مقصد تھا نہ کہ اشاعتِ اسلام (واقعاتِ ہند)

سلطان محمود کی ہندو نوازی

جے پال۔ انندپال جیسے خطرناک دشمنوں کو بار بار معافی دی۔ انندپال کے بعد تختِ لاہور محمود کی مرضی پر تھا جو اس کریم النفس سلطان نے اُسکے آباؤ اجداد کی بدعہدیکو [illegible] جیپال کے پوتے کے سپرد کیا راجہ نندا والیٔ کالنجر گرفتار ہوکر آیا۔ اُسنے معافی چاہی۔ [illegible] معاف کیا اور پندرہ قلعے بطور جاگیر دئے۔ سومنات کی ریاست راجہ دابشلیم کو دی۔ کنور [illegible] کو تختِ قنوج بخشا۔ راجہ تلک کو اپنی فوج کا جنرل بنایا۔ امیر الامرا خطاب عطا کیا۔ راجہ سیوندرائے کو منشیِ خاص مقرر کیا۔ راجہ بیرپال کو اپنے ولیعہد امیر مسعود کا سکرٹری بنایا۔ (ماخوذ از طبقاتِ اکبری وجامع التواریخ وواقعاتِ ہند) منشورِ حکومت پانزدہ قلعہ ضمیمہ کالنجر نمودہ با تحفِ دیگر مرحمت فرمود۔ (راجہ نندا کو) خلاصۃ التواریخ) ملوکِ ہند اطاعت وخراج قبول ساختند دہ ہزار سوار ملازم سلطانی گردانیدند۔ (جامع التواریخ) محمود اپنے رعایا کے آرام کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا اگر اسکے سپاہی یا افسر بیجا کام کرتے تھے تو انکو سخت سزا دیتا تھا (دلیران تاریخ ہند پروفیسر ایشوری پرشاد) محمود اپنی رعایا کی حفاظت کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور تکلیف نہ دیتا تھا۔ (دلیران تاریخ ہند) محمود نے کئی راجاؤں کو ملک بخشی کی۔ اور ہندوؤں کو عہدے دئے (بینیہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال) لالہ سکندی لال بی۔ اے اکسن بایل۔ ایم۔ سی۔ ڈپٹی پریسیڈنٹ کونسل صوبہ متحدہ لکھتے ہیں "محمود وسطیٰ زمانہ کا سب سے بڑا فاتح اور بہادر ہے اور ہندوستان پر اسکی چڑھائی دنیا کے لئے بیحد مفید ہوئی۔ محمود کے ساتھ فاضل البیرونی آیا۔ اُس نے ہندؤں کی تہذیب اُنکے شاستروں اور علم الٰہیات کا ایسی عمدگی سے مطالعہ کیا کہ آجتک کسی غیر ملکی نے بھی نہ کیا ہوگا اُسنے ہندوستان کی تاریخ کیلئے سنتر اور دیگر علوم کے بارے میں بتیس کتابیں عربی میں لکھیں۔ البیرونی کی کتاب الہند شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ ہمارے ہندوستان پر اسلامی حملوں کی ثمرات میں یہ سب سے بہتر پھل ہے" (رسالہ سرسوتی الٰہ آباد سے یہ مضمون اخبار التحلیل میرٹھ نے جولائی سنہ ۱۹۲۲ء میں ترجمہ کیا) باقی ۴ و ۵ کے جوابات باب دوم میں لکھے جائینگے۔ (۶) کے متعلق خاکسار نے علیحدہ ایک رسالہ موسوم بہ محمود اور فردوسی طبع کرادیا ہے۔ ہ۔ ۔ کے۔

اسمیں ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ اعتراض سراسر اتہام ہے

سلطان شہاب الدین غوری

اس سلطان پر دو اعتراض ہیں۔ (۱) ہندوؤں پر حملہ کیا۔ (۲) ہندوؤں سے تعصب کا برتاؤ کیا۔

واقعات

سلطان شہاب الدین نے ہندوستان پر حملہ ہندوؤں پر نہیں کیا بلکہ غزنوی شہزادہ پر جو اپنی مملکت ہند میں آکر مقیم ہوا تھا۔ ہاں جن ہندو فرمانرواؤں نے شاہ غزنی کا ساتھ دیا۔ جو غوریوں کے قبضہ میں حائل ہوئے یا جنہوں نے سرحدی تنازعات برپا کیے۔ اُن سے سلطان نبرد آزما ہوا۔ راجگان ہند نے ہر جنگ میں غزنی کا ساتھ دیا۔ چنانچہ علاء الدین غوری اور بہرام غزنوی کی جب جنگ ہوئی تو بہت سے راجے بہرام کے لشکر میں شریک تھے۔ بہرام کو شکست دیکر علاء الدین نے ایک فخریہ نظم لکھی۔ اسمیں راجگان ہند کا بھی ذکر ہے ؎

پشتی خصم گرچہ ہمہ رائے و رانا بود + + +
کردم بگرز خود سر رائے و رانا را ؛

شہادتیں

اسکی یورشیں فاتحانہ تھیں۔ اسکا مقصود ملک کا فتح کرنا تھا۔ اسلیئے وہ اکثر غیروں کی تالیف قلوب پر مائل رہتا تھا۔ مذہب میں مداخلت کرنیسے محترز رہتا تھا۔ اُسنے سب سے پہلے غزنی کی اسلامی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ پھر ہندوستان پر جو غزنی کا صوبہ تھا۔ اور غزنوی شہزادہ یہاں آکر پناہ گزین ہوا تھا حملہ کیا۔ راجوں نے شاہ غزنی کا ساتھ دیا اور فتح یاب ہونے پر بھی وہ شاہ غوری کے تسلط میں حائل رہے۔ لیکن بعض بڑے درجہ کے ہندو اسکے بھی مشیر و شریک حال ہوگئے تھے۔" (واقعات ہند) لاہور را نیز از دست خسرو بن ملک بن خسرو شاہ بن بہرام شاہ غزنوی برآورد (مفتاح التواریخ ولیم ٹامس بیل) محمد غوری کو مثل محمود غزنوی کے ایک دیندار سورما نہیں بلکہ ایک ایسا عقلمند سمجھنا چاہیئے جس کو ملک تسخیر کرنا

منظور تھا بنا بران اپنی مہموں میں اسکی نظر مندروں کے لوٹنے پر نہیں بلکہ صوبجات کے حاصل کرنے پر تھی (تاریخ ہند ہنٹر صاحب) ۔ محمد غوری نے پرتھی راج کے ایک رشتیدار کو اجمیر کی ریاست بخشی ۔ (آئینہ تاریخ نما ۔

سلطان اورنگزیب عالمگیر

سلطان عالمگیر پر یہ نو اعتراض ہیں ۔ (۱) باپ کو معزول و قید کیا ۔ (۲) بھائیوں سے جنگ کی اور انکو قتل کیا ۔ (۳) ہندوں سے تعصب رکھتا تھا ۔ انکو سنا تھا ۔ عہدے نہ دیتا تھا ۔ (۴) ہندوں پر جزیہ قایم کیا تاکہ وہ مجبور ہوکر مسلمان ہو جایں ۔ (۵) ہندوں کے میلے مدرسے بند کئے ۔ (۶) مہاراجہ جسونت سنگھ اور سیواجی کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا ۔ (۷) ہندوں کو جبراً مسلمان بنایا ۔ (۸) مندروں کو منہدم کیا ۔ (۹) سکھوں پر ظلم کیا ۔

جوابات

(۱) دارا شکوہ نے شاہجہان کو بے دخل کیا ۔ عالمگیر نے دارا شکوہ سے تخت حاصل کیا ۔ اسلئے شاہجہاں کا واسطہ درمیان میں نہ رہا ۔ جب شاہجہان بیمار ہوا تو دارا نے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر خود مختارانہ عمل شروع کیا ۔ اور تمام امورات کے اخفا میں اسقدر سعی کی کہ ڈاک اور راستے بند کر دئے اور از راہ فریب شاہجہاں کے دستخط اپنے قلم سے کرتا تھا چنانچہ ڈاکٹر برنیر جو اس ہنگامے کے وقت موجود تھا ۔ اور دارا کا دوست تھا ۔ لکھتا ہے اِن دنوں شاہجہان کا فی الواقع بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد امد تکالیف امراض کے وہ حقیقتاً دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (سفرنامۂ برنیر جلد اوّل) ۔ مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آنطرف (دارا) استقلال و تسلط تمامی کہ نداشت یافتہ حل و عقد امور حضور اقدس (شاہجہان) بہ قبضۂ اختیار خود آورد (فیاض القوانین) ۔ دوسرے خط میں لکھتا ہے " ایں قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلےٰ را مطلق اختیار نماندہ است ۔ و آنحضرت را ملحد (دارا) البتہ بہ صید خویش آوردہ است (فیاض القوانین) شاہجہان دارا کے ہاتھ میں اسقدر مجبور تھا کہ آگرہ کی آب و ہوا اس کو موافق ... اس لیے

وہ بحالتِ مرض میں آگرہ نہ آنا چاہتا تھا۔ مگر داراشکوہ اسکو لایا۔ اور دارا نے جب بھائیوں
سے جنگ کا قصد کیا تو شاہجہان نے روکا اور کہا کہ میں خود جا کر اس معاملہ کو طے کرتا ہوں۔
مگر دارا نہ مانا۔ (ملخص ترجمۂ خافی خان)۔ اور بادشاہ کو تکلیف معاودت اکبرآباد کی دیا۔
(دارا نے) (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۷۷)۔ لالہ سداسکھ لال لکھتے ہیں" جب شاہجہان
بہت بیمار ہوا تب بڑے بیٹے دارا نے کہ مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا عنانِ سلطنت
اپنے ہاتھ میں لی۔ (تاریخ ہند)

داراشکوہ نے بہتر جانا کہ خبر نہ پھیلے ڈاک بند کردی۔ مسافروں کو چلنے
سے روکا۔ (آئینۂ تاریخ نما)۔ مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے "ملحد (دارا) خود تقلید خط اقدس
(شاہجہان) را بمرتبۂ کمال رسانید و بر فرامین دستخط می کند۔ (فیاض القوانین) بادشاہ مغلوب
مرض ہوئے اور داراشکوہ جو ولی عہد تھا۔ مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادروں سے اندیشہ ناک
رہتا تھا۔ اور بادشاہ کو اکبرآباد میں بلوا کر رکھا۔ (عمدۃ التواریخ ص۱۷۲) بادشاہزادہ محمد
داراشکوہ در قبضۂ خود گرفتہ بنا بر مصلحت راہ وصول اخبار باکناف و اقطار مسدود نمود
و مردم خود تعین کردہ خطوط و کلائے بادشاہزادہا و امرا و مردم دیگر از مسالک و شارع میگرفت
و بعضے وکلا را در قید نگاہداشت (خلاصۃ التواریخ) داراشکوہ کہ خود را ولیعہد می دانست
زمام اختیار سلطنت بقبضۂ خود آوردہ و باقتضائے رائے سست بنا بر وفق خواہش خویش
در جمیع کارہا عمل مینمود۔ از فکرہائے ناقص وصول خبرہا باکناف و حدود مسدود ساخت۔ و
وکلائے دربار را منع نوشتن حقایق نمود (لب لباب تاریخ ہند مصنفۂ رائے بندرابن) دارا
شکوہ پسر کلان بار سلطنت بر دوش گرفتہ رتق و فتق مہمات سلطنت گردید و حضرت
شاہنشاہی را جہت تبدیل آب و ہوا از دہلی باگرہ آورد و جمیع امرا و وکلا و مردم را بنوشتن
اخبار و کتابت باطراف و اکناف ممانعت کلی نمود۔ (گلستانِ ہند تتمۂ دفتر دوم) محمد دارا
شکوہ کہ ولیعہد بود نظم و نسق سلطنت بطور خود ساختہ راہ آمد و رفت اخبار از سر دیار مسدود
نمود۔ و بسبب آن اختلال بسیار در امور سلطنت افتاد (مفتاح التواریخ ص۲۶۳) ایک
سادہ لوح معترض لکھتا ہے کہ اگر عالمگیر سعادت مند ہوتا تو داراشکوہ پر فتح پانے کے بعد تخت
شاہجہان کے حوالے کردیتا" لیکن ماہرین سیاست و سیر جانتے ہیں کہ اگر عالمگیر ایسی غلطی
کرتا تو پہلے ہی اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے کیونکہ شاہ جہاں کا گوشۂ خاطر جہاں آرا

بیگم (ہمشیرۂ داراشکوہ) کیطرف تھا۔ اور وہ بادشاہ پر حاوی تھی۔ چنانچہ بادشاہ حالتِ قید میں بھی عالمگیر کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا (دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر سخنانِ دوست سگالان داشتہ متردد بودند تا ہر دل حیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیحضرت (شاہجہان) بخط خود بہ داراشکوہ نوشتہ از روئے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بعنوان سیر و سکری بہ شاہجہان آباد نزد داراشکوہ رسانیدہ جواب بیار و گزرانید مضمون آنکہ او لشکرہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد ما دریں جا ہم را فیصل می نمائیم (ماثر الامرا جلد دوم) ایک خط کابل کو مہابت خان سپہ سالار کو لکھا۔ چون فرزند مظلوم (دارا) بعد از شکست روانۂ لاہور شدہ بمدد و رفاقتِ داراشکوہ بابا پرداختہ بمقابلہ و جزائے اعمال ہر دو نابرخوردار (عالمگیر و مراد) پردازد۔ (خافی خان) ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ شاہ جہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ بیشک داراشکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا اور اسکی بے سمجھی اور نالایقی کی باتیں یاد کر کے کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں پس تم کو ہمارے پاس جلد آنا چاہیئے تاکہ تمھارے مشورے سے اُن امور کا انتظام کیا جائے جو اس افرا تفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہیں۔ مگر اس محتاط شاہزادے (عالمگیر) نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعہ میں چلے جانیکی دلیری نہ کی۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگمصاحبہ (جہاں آرا) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتیں اور اسکے مزاج پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ جو کچھ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے۔ اور یہ پیغام اسکا ایک چکمہ ہے اور اسنے قلماقنیوں سے جو محلسرا میں چوکی پہرے کے کام پر متعین رہتی تھیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط و مسلح عورتیں اس قصد سے لگا رکھی تھیں کہ جب وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اُسیر آ پڑیں (سفرنامہ جلد اول۔)

اس جال میں جو شاہجہان نے اپنے بیٹے (عالمگیر) کے لئے بچھایا تھا۔ شاہجہان خود پھنس گیا۔ (اورنگ زیب مصنفہ لین پول) غرضکہ شاہجہان نے فرمایا کہا گر اُسکے (عالمگیر) دل میں کچھ فریب نہیں اور وہ سعادتمند ہے تو کسواسطے یہاں آکر حاضر نہیں ہوتا۔ اورنگ زیب نے پہلے اپنے بیٹے محمد کو بھیجا اُسنے جاکر دیکھا کہ قلعہ میں سپاہی اور سوار کمینگاہ میں اورنگ زیب کی گرفتاری کے واسطے کھڑے ہیں (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) درایامیکہ شجاع بدفعہ اول در مقابلۂ عالمگیر بادشاہ ہزیمت خوردہ فرار نمودہ وانہ اتفاقات درآن ایام نوشتہ خط سندری اعلیحضرت (شاہجہان) کہ بنام شجاع فرستادہ بدست آمدہ بود (دستور العرا[illegible] مصنفہ راجہ

اپریل [illegible]) چنانچہ عالمگیر نے ان سازشوں کی شکایت میں ایک خط شاہجہان کو لکھا
جس [illegible] سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سعادت مند بیٹا بزرگ باپ کو مخاطب کر رہا ہے۔
(آنحضرت [illegible] مریدانی خواہند وآنکہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال
پذیرد [illegible] متردد ابن فدوی کہ براجرائے احکام دین متین وانتظام و مہمات مملکت
است [illegible] وہیچ طریق باز نیامدہ دریں کار مصروف اند۔" (خافی خان) ان تمام حوالوں
سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر عالمگیر شاہجہان کے ہتھے چڑھ جاتا تو ضرور قتل کیا جاتا۔ اور اگر یہ بھی
فرض کرلیا جائے کہ شاہجہان نہ اسکو قتل کرتا نہ قید کرتا تو پھر شاہجہان کی وفات پر اس سے
زیادہ خون خرابہ ہوتا اس لئے سلطنت حاصل کرنے کے بعد عالمگیر کا شاہجہان کو سلطنت
واپس نہ دینا ایک دانشمندانہ فعل تھا۔ اور عالمگیر باپ کا نہایت احترام کرتا تھا۔ اسکو
بہت زیادہ آرام پہنچاتا تھا۔" ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے "غرض کہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہجہان
کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا۔ اور حتی الامکان اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح
سے خاطر داری کرتا تھا۔ اور نہایت کثرت سے تحفہ تحایف بھیجتا رہتا تھا۔ اور سلطنت
کے بڑے بڑے معاملات میں اس کی رائے اور مشورے کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت
کے طلب کرتا تھا۔ اور اسکی عرضیوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر
ہوتی تھی۔ پس اس طرح سے شاہجہان کی گردن کشی اور اسکا غصہ آخر کار یہاں تک ٹھنڈا
پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا۔ بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ
حرکتیں معاف کرکے اس کے حق میں دعائے خیر بھی کردی (سفرنامہ)

شاہجہان کی بےبسی اور دارا کی سرکشی

مراد عالمگیر کو لکھتا ہے ایں قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ را
مطلق اختیارے نماندہ است و آنحضرت را لمعہ البتہ بصید خویش آوردہ است (ریاض
القوانین) خافی خان کے حوالہ سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بیماری میں باوجود ناموافقت
آب و ہوا دارا شاہجہان کو آگرہ لایا۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے وہ حقیقتاً داراشکوہ کے پنجہ
سرکشی میں پھنسا ہوا تھا۔ (سفرنامہ) داراشکوہ کہ خود را ولی عہد سلطنت میدانست
زمام اختیار سلطنت بہ قبضۂ اختیار خود آوردہ و باقتضائے رائے سست بنا بر وفق خواہش

خویش در جمیع کارہا عمل می نمود (لب لباب تاریخ ہند) جب دارا نے بھائیوں سے جنگ کا ارادہ کیا۔ شاہجہاں نے روکا اور کہا میں خود جا کر فیصلہ کرتا ہوں۔ مگر وہ نہ مانا اور شاہجہاں کو نہ جانے دیا۔ (ملخص خافی خان)۔ اُسوقت (قبل از جنگ) شاہجہاں حال دارا شکوہ پر رحم کرکے منشور واسطے منع جنگ کے بھیجا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ اس ضعف بیماری پیری سے خود ارادہ کیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان جا کر اُترے لیکن داراشکوہ راضی نہ ہوکر بادشاہ کی آمد میں تاخیر اور تعویق کرکے آپ ارتکاب جنگ میں جلدی کیا۔ (عمدۃ التواریخ ص۵۰) عالمگیر نے ایک عرضی شاہجہاں کو لکھی اس کی ابتدائی عبارت سے شاہجہاں کی بے اختیاری ثابت ہوتی ہے " دریں ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضۂ اختیار حضرت بیرون رفتہ و اعلام و تغلب و استبداد شاہزادہ کلان داراشکوہ در قبض و بسط امور سلطنت و فرماندہی بغایت ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آن بحوصلہ تقریر و تحریر نمی آید (گلستان ہند ص۶۲)

شاہجہان بادشاہ جرأت و ہمت اورنگ زیب سے اور ناتجربہ کاری اور نازپروری داراشکوہ سے خوب واقف تھا۔ معلوم کیا کہ داراشکوہ اس عہدے سے برنہ آئیگا اسواسطے راضی اسکا جنگ کا نہ تھا۔ ہرچند داراشکوہ کو مصلحت سے فرمایا۔ لیکن وہ راضی نہیں ہوا۔ لاچار بادشاہ واسطے رضاجوئی اور ضعف اور بیماری اور پیری اپنی خاموش ہوئے (عمدۃ التواریخ ص۵۱)

بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ

دارا نے سلطنت کا کام ہاتھ میں لیتے ہی بھائیوں پر سخت گیری شروع کردی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بھائیوں کے معاملہ میں اُس کی نیت بخیر نہ تھی۔ بلکہ اسکا قصد اُن کو قتل کر دینا تھا سب سے پہلے تو اُسنے خط و کتابت اور خبروں کی آمد و رفت مسدود کی جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ پھر مہم دکن پر عالمگیر کے ساتھ جو امرا تھے اون کو ایکدم طلب کرلیا۔ تاکہ وہ یکہ و تنہا رہ جائے یا تو وہ مارا جائے یا شکست کھا کر کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگا کر آئے۔ پھر سب بھائیوں کے وکلا جو دربار شاہی میں رہتے تھے اُن کو قید کر دیا اون کے اموال و جاگیرات منضبط کرلیں۔ بھائیوں سے جنگ کرنے میں عجلت و پیش قدمی کی۔ باپ کی نمائش کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ مراد عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے " وکلا را برادران بمعنی نظر بند ند "

*

(فیاض القوانین) عیسے بیگ وکیل سرکار (عالمگیر) را بے صدور جرمے محبوس ساختہ بہ ضبط اموال واسباب او فرمان دادند (مآثر عالمگیری) دریں اثنا (مہم دکن) دو قطعہ فرمان کہ حسب التماس داراشکوہ بنام مہابت خان وراؤ ستر سال از درگاہِ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پرتو صدور یافت در مناشیر مطاعہ حسن اندراج یافت بود کہ مہابت جنگ وراؤ ستر سال با کل راجپوتیہ اصلا برخصت شاہزادۂ والاگہر (عالمگیر) تمہید نشدہ روانہ گردند ازیں راہ سستی عام بحال اردوئے معلی شاہی (عالمگیر) راہ یافتہ استقلال وبنائے ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل ومتخلل گردید۔ (واقعات عالمگیری) داراشکوہ اُن امراؤں کو جو مہم دکن کے واسطے اورنگزیب کے ساتھ مہم بیجاپور میں تھے ان کی طلبی کے واسطے احکام بادشاہی بھیجا کہ وہ برخاستہ ہو کر حضور میں آویں۔ بہت سے امرا کہ عین شورش بیجاپور میں کہ فتح اُس کی نزدیک تھی برخاستہ ہو کر حضور میں گئے۔ (عمدۃ التواریخ ص ۱۷۴) مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ افواج برسر بھائی شجاع رفتہ ودرپے برہم زدن ماہا است (فیاض القوانین) عالمگیر نے ایک عرضی میں شاہجہاں کو داراشکوہ کی زیادتیوں کی شکایت لکھی:۔ وا (دارا) بنا بر قدر و مکنت خویش ہمت با ستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہادش دریں باب ہمت نزایدمی پذیرد۔ (گلستان ہند ص ۶۳) دارا شکوہ بعجز ولا حق ہونے اس بیماری کے حسب الحکم اپنے باپ کے (معلوم نہیں صاحب بہادر نے یہ حکم کہاں ملاحظہ فرمایا) بادشاہ ہوا اور سلطنت کا کاروبار کرنے لگا اور بھائیوں سے اس طرح پیش آیا جس سے رشک اور خیال بُرائی کا صاف پایا جاتا تھا کیونکہ اُس نے قطعی حکم دیدیا تھا کہ کسی طرح کا خط یا اخبار اون کے پاس کوئی روانہ نہ کرے۔ اور اُن تمام امراء کو جو اُن کے خیر خواہ تھے جلا وطن کر دیا۔ ان حرکتوں نے اس کے بھائیون کے دل میں جو پہلے ہی سے اُس سے رنجیدہ تھے کینہ کی آگ زیادہ بھڑک گئی۔ اور اب توقف کرنیکا کوئی عذر نہ رہا۔ انہوں نے بھی ایسا طرز اختیار کیا جس سے صرف یہ ثابت ہوتا تھا کہ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہیں (ہسٹری آف انڈیا جارج این کنگ) داراشکوہ نے بادشاہ بنکر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ (واقعات ہند) پہلے چھیڑ داراشکوہ کی طرف سے ہوئی (پیسہ اخبار دسمبر ۱۹۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال)

ارادۂ جنگ

اوراق گذشتہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بھائیوں سے لڑنے کا ارادہ اوّل دارا نے کیا۔ دوسرے شہزادے مجبور ہوکر میدان میں اوترے۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں "دارا شکوہ نے سب سے پہلے فوج شجاع پر بھیجی"۔ (واقعات سند) چنانچہ مراد نے بھی عالمگیر کو لکھا۔ افواج بر سر بھائی شجاع رفتہ (فیاض القوانین) ارتکاب [illegible] بیں جلدی کیا۔ (دارا) (عمدۃ التواریخ) خافی خان کا حوالہ جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے اسکا مآل بھی یہی ہے۔ عالمگیر اپنی عرضی میں شاہجہان کو لکھتا ہے "شنیدہ میشود کہ جناب دارا شکوہ حرمان ایں ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادتِ خاک بوسی ہمایوں خواستہ قصد اشتعال نائرۂ قتال پیش نہادہ (گلستانِ ہند ص۲۲) حضرت اعلیٰ (شاہجہان) دارا شکوہ را ہرچند از لشکر کشی و نبرد آزمائی منع میکردند و میفرمودند کہ فرزندانِ من ہستند از آمدن شان بملازمت چہ مضائقہ۔ ازانجا کہ روزِ ادبار دارا شکوہ رسیدہ بود نصائح ارجمند اعلیحضرت بسمع رضا نمی شنید (خلاصۃ التواریخ)

شہزادوں کے ارادے

دارا کے ارادے تو پہلے ہی ظاہر ہو چکے کہ سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ بھائیوں کے استیصال کی فکر شروع کر دی اب دوسرے شہزادوں کے ارادہ دیکھنے کی ضرورت ہے شجاع نے دارا کے تسلط کی خبر سُن کر بنگال میں بادشاہت کا اعلان کیا۔ مگر جگہ سے جُنبش نہیں کی کہ دارا نے اسپر فوج متعین کرکے اوسکو میدان میں نکالا۔ دوسرے بھائیوں سے بھی زیادتی شروع کی۔ جب اُن کو اپنی جان خطرے میں نظر آئی تو باہم متحد ہوئے۔ چنانچہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے "از معہودات فیمابین است کہ ہرگاہ ملحدے یکے از برادران بیچد دیگران پُر کنند (فیاض القوانین) دوسری جگہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے "بہر نحیکہ رو دہد آن ملحد (دارا) را از میان برداشتہ اعلیحضرت را از دستِ او برمی آریم۔ بہر حال عازم مقصد شدن اعلیٰ است اگر از ین طرز پسند خاطر اقدس صاحب (عالمگیر) و قبلہ بھائی جیو (شجاع) را ہم درین باب متفق ساختہ دریک ساعت و یک وقت از جا ہائے خود روانۂ مطلب شوند"

القوانین) راجہ جسونت سنگھ داراشکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کھلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں تم سدراہ نہ ہو۔ (اخبار نورس ۱۹۲۶ء مضمون ہند و فاضل مسٹر بی ایل کپور) عیسیٰ بیگ وکیل آنحضرت مطلب صدور تقصیر قید کردہ اموالش بضبط در آورد و لہٰذا آنحضرت (عالمگیر) را جمعیت دین مسلمانی و غیرت سلطنت و جہانبانی و رشک برادری و جوش نفسانی بریں آورد کہ بعزم ملازمت اعلیحضرت (شاہجہان) روانہ شوند و در حضور رسیدہ چندگاہ بملازمت قدام ورزیدہ بانتظام مہام سلطنت کہ فتورے در ارکان آں راہ یافتہ بردازند و دست تسلط داراشکوہ کوتاہ ساختہ حضرت اعلیٰ را از قید استیلائے او برآرند (خلاصۃ التواریخ) اقتدار داراشکوہ کا امور سلطنت میں اورنگزیب کے گوش گذار ہوا ساتھ اشتہار عزم ملازمت باپ کے اورنگ آباد سے جو آباد کیا ہوا اسی کا تھا روانہ ہوا (عمدۃ التواریخ ﷺ) ان تمام حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شہزادے باپ کو دارا کی قید سے چھڑانا چاہتے تھے"

عالمگیر صلح کا خواہاں تھا نہ جنگ کا

عالمگیر نے ایک عرضداشت شاہجہان کو لکھی تھی جو نہایت طول طویل ہے۔ کنور درگا پرشاد بہادر نے اس عرضداشت اور دیگر رسل و رسائل کو جو شاہجہان اور عالمگیر کے درمیان ہوئے اپنی تاریخ گلستان ہند میں نقل کیا ہے اوسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کی مدلل تحریر کا شاہجہان کچھ جواب نہ دلیکا۔ ایک عرضداشت کا تھوڑا سا مضمون نقل کیا جاتا ہے جس سے عالمگیر کی صلح جوئی دارا کی زیادتی اور شاہجہاں کی بے بسی اور بیٹوں کے معاملات سے غفلت ثابت ہوتی ہے۔"

"دریں ایام زمام مہام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضۂ اختیار حضرت بیروں رفتہ و اعلام تغلب و اقتدار شاہزادۂ کلان داراشکوہ در قبض و بسط امور سلطنت و فرماندہی بغایتے ارتفاع پذیرفتہ کہ اندازۂ آں بحوصلۂ تقریر و تحریر نمی آید و او بنا بر قدرت و مکنت خویش ہمت باستیصال نہال وجود اخوان مقصور گردانیدہ روز بروز سعی و اجتہادش دریں باب سمت تزاید می پذیرد (آگے لکھتے ہیں) در مزاج

اقدس تصرف کرده (دارا) حضرت قول او را تصدیق فرموده سایر فرزندان اخلاص طینت را
دشمن دولت فرا گرفته درحق این سرگردانان سراب گاه حیرت هرچه او تجویز مینماید بے تامل
حکم میفرمایند و قصداً تفحص و تفتیش حال این بے گناهان و توجه و غور در امور ملکی و مالی
نفرموده زمام رتق و فتق مهمات جزئی و کلی بکف اختیار و قبضهٔ اقتدارش باز گذاشته اند
و او خود بے غایلهٔ شک و شائبهٔ ریب تشنهٔ خون این بے گناهان است چون کار باین حد رسیده
و صورت حال بدین منوال انجامیده حفظ جان و پاس ناموس خود از متممات عالم عقل و
نشاء خرد دانسته عازم استیلام عتبهٔ سدره منزلت سپهر احتشام گردید تا صورت حال بحجج و
براهین معقوله در خدمت عاکفان پایهٔ اورنگ جهانبانی مکشوف گرداند چون این خیرخواه
قطع مسافت نموده بحوالی اجین نائز گردید جسونت سنگه باشارهٔ شاهزادهٔ کلان بایذاء و آزار
این خیرخواه مامور بود به سلسله جنبانی جهل و نادانی سنگ راه گشته بقدم ممانعت پیش آمد و
بے ملاحظهٔ آداب و حقوق دلیرانه تحکم نمود۔ چندانکه مردم هوشمند سخندان فرستاده بعنوان معقول
آن جهول را با رادهٔ خود آگاهی بخشید و تصریح نمود که مخبر سعادت حضور فایض النور و محرم طواف
کعبهٔ امانی و آمال بندگان نزدیک و دور است چرا مانع سعادت میشود آن نا عاقبت اندیش
اصلا بمعقولیت آشنا نشد به تکلیف جهالت و غرور بیشتر در مراتب منع افزود لاجرم پنبهٔ جهل
و پندار بوچ از گوش هوش او دور کردن و آن ظلوم و جهول را از پیش راه برداشتن بحکم
ضرورت بر ذمهٔ همت عقیدت نهمت واجب گردید و اگر غیر از تحصیل سعادت زمین بوس
اشرف اعلیٰ امرے دیگر مرکوز خاطر می بود بر ضمیر خورشید تنویر همایون روشن و هویدا است
که اسیر کردن او و رفیقانش که چنین شکست فاش یافته بحال منکر سراسیمه گردوادی انهزام
گشته بودند چندان تعذرے نداشت" (آگے لکھتے ہیں) شنیده میشود که جناب داراشکوه
حرمان این ارادت سرشت اخلاص کیش از سعادت خاک بوس همایون ساخته قصد اشتعال
نائرهٔ قتال پیش نهاده همت دارند چون آنجناب را با چون من مرید ارادت پرست بمقابله
و ممانعت پیش آمدن و هنگامهٔ حرب و مصاف آراستن عقلاً و نقلاً ستحمده منزان استحسان
نیست لازم که از سلوک مسالک عناد و اعتساف انحراف نموده از اقدام بر امرے که منتج اختلال
احوال خلایق باشد اجتناب و احتراز نمایند و اگر بنا بر توعل در لجهٔ غرور و ... کثرت
اعوان و بسیاری انصار خواه مخواه بافروختن آتش کارزار دگرم ...

گماند فدوی عقیدت گزیں نیز بحکم الضرورت تبیح المحظورات صرفہ نخواہد کرد پسندیدہ عالم صواب آنست کہ بزرگی را اکار فرمودہ بساط کر دفر نوردند و بالفعل بہ صوب ولایت پنجاب کہ در تباگیر آن جناب مقرر است شتافتہ چندے خدمت حضور ہمایون را بایں خیر خواہ سراپا اعتقاد وا گزارند بعد ازاں ہرچہ در مرآت رائے جہاں آرا جلوہ ظہور فرماید شرف بروز خواہد یافت (گلستان ہند تمہ دفتر دوم) کب رائے برہمن را کہ فہمید و دانائے وقت بود نزد جسونت سنگھ فرستادہ (عالمگیر) پیغام نمودند کہ مارا عزم جنگ نیست آرزوے ملازمت اعلیحضرت داریم (خلاصتہ التواریخ) کب رائے برہمن را پیش جسونت سنگھ فرستادہ نصیحت گرانمایہ کردہ پیغام فرمودہ کہ مارا ارادہ جنگ نیست وعزم ملازمت اعلیحضرت پیش نہاد خاطر والا ست (لب لباب تاریخ ہند مصنفہ رائے بندرابن) اورنگ زیب کب رائے برہمن را برسالت نزد مہاراجہ فرستادہ نصیحت ہا نمود مہاراجہ گوش برآن نہ نہادہ مستعد جدال و قتال گردید۔ (گلستان ہند)۔"

اس برہمن کی زبانی اورنگ زیب نے پیغام کیا کہ ہم کو ارادہ جنگ کا نہیں ہے صرف ملازمت پدر کی منظور ہے۔ (عمدۃ التواریخ صفحہ ۱۷۵)

اعلان سلطنت

شاہجہان کے بیمار ہونے پر سب سے پہلے اعلان سلطنت دارا نے کیا پھر شجاع نے پھر مراد نے۔ عالمگیر نے اعلان سلطنت نہیں کیا۔ چنانچہ عالمگیر کی عرضداشت کے اس فقرے سے جو گلستان ہند میں نقل کیجا چکی ہے (دا علام تغلب و اقتدار شاہزادہ کلان) سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ مسٹر جارج این کنگ کی عبارت (بادشاہ ہوا) کا بھی یہی مفہوم ہے۔ (ہسٹری آف انڈیا) دارا شکوہ کہ خود را ولی عہد مید انست اشتہار نمودہ زمام اختیار سلطنت بقبضہ خود آورد (لب لباب تاریخ ہند) شاہجہان کی بیماری میں دارا شکوہ نے بادشاہ بنکر بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ بنگال میں شجاع نے گجرات میں مراد نے اعلان شاہی کر دیا۔ اورنگ زیب فطرتاً چالاک تھا۔ یہ بغور واقعات کا مطالعہ کرتا رہا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ تینوں بھائیوں میں سے کسی ایک کی کامیابی میں باقیوں کی جان کی خیر نہیں۔ اس لئے وہ بھائیوں کو جنگ و جدال سے روکتا تھا کہ شاید کوئی سمجھوتا

ہو جائے کہ جس سے جان بچ جائے۔ جب مراد اور شجاع باز نہ آئے اور بڑھنے لگے تو مجبوراً
یہ بھی بڑھا۔ لیکن اسنے اپنا مقصد باپ کی عیادت ظاہر کیا نہ کہ دعوئے سلطنت و جدال و
قتال (واقعاتِ ہند) سبقت شجاع نے کی۔ (تاریخ ہند سدا سکھ لال) بادشاہ مغلوب مرض
ہوئے اور دارا شکوہ جو ولیعہد تھا مدار علیہ سلطنت ہوا اور برادران سے اندیشہ ناک رہتا
تھا۔ اور بادشاہ کو اکبر آباد میں بلوا کر۔ اور بادشاہ کو عرض ہوئی کہ شاہ شجاع کو ہر چند
وکیل نے خبر صحت مزاج والا کی لکھا۔ مگر وہ بڑے بھائی کی سازش کے گمان سے بنگالہ سے
لشکر لے کر اکبر آباد کی سمت عازم ہوا (عمدۃ التواریخ ص۱۴۲) اور بادشاہ کے حضور میں عرض
ہوئی کہ شاہزادہ مرادبخش بادشاہ کی بیماری کی خبر سن کر سکہ خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔
عمدۃ التواریخ ص۱۴۳) ۔ مرادبخش جو نقد شعور سے تہیدست تھا۔ اور بامید فرزندی شاہجہان
کے اور ابلہ فریبی عالمگیر کے (لالہ جی کو یہ کہاں سے ثابت ہوا) لوائے استقلال کھڑا کر کے
تخت پر بیٹھا۔ اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ (عمدۃ التواریخ ص۸۰) شاہزادہ
محمد مرادبخش ازیں خبر (علالت شاہجہان) در گجرات رایتِ بغی برافراشتہ بر تخت نشست
و سکہ و خطبہ بنام خود درست کرد (خلاصۃ التواریخ) نیز شاہزادہ محمد شجاع در بنگالہ ہمین
طریق پیش کردہ (حوالۂ مذکور) مرادبخش در گجرات بر تخت نشستہ سکہ و خطبہ بنام خود کردہ
اسم سلطنت بر خویش بست۔ و شجاع در بنگالہ ہمیں مسلک پیش گرفتہ بحدود بنارس رسید
خدیو قدسی نژاد (عالمگیر) در آنجا کہ علم و دنا و وسعتِ حوصلہ و کمال متانت و دانائی و رزدا
و الانہاد آنحضرت است بوقوع ایں مراتب از جا در آمدہ مصدر امرے کہ شوزنا فرمانی باشد
نگشتہ بودند (لب لباب تاریخ سند)" باستماع عارضہ اعلیحضرت شجاع از بنگالہ برآمد
مرادبخش کہ خبر عارضہ شنیدہ بر تخت نشستہ بود (خلاصۃ الہند رائے منسارام) سلطان شجاع با
یار یافت ایں سال در بنگالہ بر سریر سلطنت نشست۔ و شاہزادہ سلطان مرادبخش
بہ گجرات کمر فرمانروائی بر میان بست اما شاہزادہ اورنگزیب استماع این خبر ہائے ناخوش
بمقتضائے کیاست جبلی و فراست فطری اصلاً از جا بر نیامدہ و ہوشمندانہ سررشتہ تحمل و
استقلال بدست آوردہ (گلستان ہند تتمۂ دفتر دوم ص۵۴) چاروں بھائیوں میں صرف
اورنگزیب نے اعلان تاج و تخت سے احتراز کیا۔ اس کے ارادے خواہ کچھ ہی ہوں لیکن
اُس نے ان ارادوں کا اظہار نہ کیا۔ ممکن ہے کہ اوس کے دل میں تا حد نہ ہو

اور واقعات کے رونے اُسے تخت پر قدم رکھنے کے لئے مجبور کیا ہو (اورنگ زیب لین پول)
الغرض کسی تاریخی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عالمگیر نے اعلانِ سلطنت کیا ہو۔
یا باپ کو معزول کیا ہو یا بھائیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہو۔ یا جنگ کا ارادہ کیا ہو۔
اس وقت تک جسقدر تحقیقات درج کی جا چکی ہیں اور آئندہ جو کچھ لکھا جائیگا ان تمام
سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اورنگ زیب باپ کے پاس جا کر دارا کی زیادتیوں کی فریاد کر کے
اصلاح چاہتا تھا۔

جواب نمبر (۲)

تاریخ شاہد ہے کہ ہر ملک و ملت ہر قوم و مذہب میں تاج و تخت
کے لئے باپ بیٹوں۔ بھائیوں اعزا اقربا میں تلوار چلی ہے کسی نے بھی حصُول تخت کیلئے
مکائد و مظالم اور اعزا کی خونریزی سے دریغ نہیں کیا۔ زمانۂ قدیم سے ایشیا سے یہ مثل
چلی آتی ہے کہ تخت یا تختہ۔ (یعنی تختۂ گور) جب کوئی بادشاہ مرتا۔ اوس کے بیٹے تخت
کے لئے جھگڑتے۔ غالب مغلوب بھائیوں کو قتل کر کے اطمینان حاصل کرتا۔ زمانۂ قدیم کے ہر
ملک کی تاریخ پتہ دیتی ہے کہ اُس زمانہ میں صاحب تخت جب تک رشتہ داروں کو تہِ تیغ نہ کرتا
تھا اُس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ روس کی ملکہ کیتھرائن نے اپنے شوہر
تخت حاصل کیا۔ شہزادے میلڈ کو اُس کے چچازاد بھائی اسٹیفن نے قتل کر کے سلطنت
پر قبضہ کیا۔ رچرڈ دوم کو اوسکے چچازاد بھائی نے قید کر کے تاج حاصل کیا۔ رچرڈ سوم نے
اپنے رشتہ داروں کو قتل کر کے اطمینان حاصل کیا۔ (تاریخ یورپ)

سن بادشاہ چین کو ایک بھوسلے پر چڑھا کر اُسکے باپ نے آگ لگا دی
مگر وہ بچ گیا۔ ہین لی شاہ چین نے اپنے بیٹے ولیعہد کو قتل کیا۔ وآن لی شاہ چین کو
اسکے ولیعہد لوچو نے اور لوچو کو اُس کے بھائی الونس نے قتل کیا۔ فی لی شاہ چین کو
بیٹے نے اپنے چودہ بھتیجوں کو قتل کیا (تاریخ چین)

نوشیروان نے اپنے دو بھائیوں کو قتل کرایا۔ شیرویہ (شاہِ ایران)
نے اپنے باپ خسرو کو نہایت اذیت سے قتل کیا اور اپنے پندرہ بھائیوں کو قتل کرایا۔
فریدوں کے تینوں بیٹوں ایرج۔ سلم۔ تور میں جنگ ہوئی ایرج کو بھائیوں نے قتل کیا

پھر ایرج کے نواسے منوچہر سے فریدوں نے اپنے دونوں بیٹوں سلم و تور کو قتل کرایا (تاریخ ایران)۔ راجہ چندر گپت نے اپنے ساتھ بھائیوں کو قتل کرایا (ہسٹری آف انڈیا جارج این سنگ) راجہ اشوک نے اپنے اسی یا ننوے بھائیوں کو قتل کر کے تخت حاصل کیا۔ بیر راج راجہ کورگ نے اپنے بارہ رشتہ داروں کے سر کٹوائے (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) سگریو کو اس کے بھائی بالی نے نکالدیا دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ بالی رام چندر جی کے تیر سے مارا گیا سگریو ملک پر قابض ہو کر رامچندر جی کا مطیع ہوا (ہسٹری آف انڈیا) راجہ پرتاپ چند سنسودیہ [illegible] میں سلطنت کے لئے جنگ ہوئی (واقعات ہند) سیواجی کو اس کی بیوی نے زہر دیا۔ لالہ لچھمی نراین لکھتے ہیں درہمیں اثنا یکے ازغمازان ذہن نشین سوریا بائی زوجہ سیواجی کہ مادر راجہ رام است ساخت کہ سیواجی سنبھاجی پسر خود را کہ از زوجۂ دیگر است میخواہد کہ ولی عہد سازد چنانچہ اورا ایں ارادہ طلبیدہ است و اغلب کہ عنقریب برسد و مختار ریاست شود او وزہر در طعام سیواجی انداخت تا آنکہ او قالب خاکی گزاشت (بساط الغنائم) کو نہار ہا ۱۸۶۹ء میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا (تاریخ راج پرستی مصنفہ دیبی پرشاد صـ۳۲) رانا پرتاب سنگھ کو اس کے بیٹے امر سنگھ نے زہر دیکر مار ڈالا۔ (حوالہ مذکور صـ۳۲) ارجن نے (میدان جنگ میں غل مچا کر) کہا ہے اے سری کرشن ان یگانوں (فوج مقابل) کو دیکھ کر میرا منہ خشک ہوا جاتا ہے۔ ملئے اپنے عزیزوں کو جنگ میں قتل کر کے مجھے کونسی خوشی اور بہتری حاصل ہوگی میں فتحیابی سے باز آیا ان میں استاد شاگرد باپ بیٹے دادا پوتے ماموں بھانجے خسر داماد سالے بہنوئی سبھی ہیں۔ مجھے عقبیٰ کی سلطنت ملجائے تب بھی انہیں قتل نہ کروں۔ (سری کرشن کا جواب) تم ایسے شخصوں کے لئے رنج کرتے ہو جو بالکل اس کے مستحق ہیں (رہنمایان ہند صـ۹۷) غرضکہ

این گنا ہست کہ در قوم شما نیز کنند

واقعات و حالات پر نظر کر کے عالمگیر کو دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ضرور تھا یا اپنی جان دے یا بھائیوں کی جان لے۔ لیکن مذکورہ بالا واقعات سے یہ پایا جاتا ہے کہ عالمگیر نہ جان دینا چاہتا تھا نہ جان لینا چاہتا تھا وہ مصالحت کا خواستگار تھا مگر جب واقعات نے طول کھینچا۔ اور دارا کی خود سری۔ شجاع و مراد کی بدعہدی و بد اعمالی اور ان کے بہی خواہوں خاص کر شاہجہان کی ریشہ دوانیاں دیکھیں تو اس کو سوائے اس کے چارہ نہ رہا کہ اُن کو قتل کرادے اسی سلسلہ میں دارا و مراد کے لئے بروئے فتاویٰ

حکم ٹل گیا۔ ورنہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوگا کہ عالمگیر شجاع و مراد کا بہی خواہ تھا۔ مگر ان کی بدعہدیوں بداعمالیوں نے عالمگیر کو اون سے نبرد آزما ہونے پر مجبور کیا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں۔ پہلی چھیڑ داراشکوہ کیطرف سے ہوئی۔ اور ایسے واقعات تخت و تاج کے لئے ہر ملک و قوم میں ہوئے۔ اورنگ زیب کا تقاضا ہوا اسکے اس کے دوسری صورت میں ممکن نہ تھا اور جو فریق غالب ہوتا اسکو اسکے سوا چارہ نہ تھا (پیسہ اخبار دسمبر ۱۹۲٦ء) واقعی انکو (عالمگیر داود شجاع) اپنے اس ارادے سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا۔ کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین کلی تھا۔ اب صرف دو ہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت اور جسطرح شاہجہان خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا اسی طرح انکو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدوں میں ناکامیاب رہیں گے تو غالب اور فتحیاب دارا ہمکو ضرور قتل کر دیگا۔ (سفرنامہ برنیر) اورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیوں میں سے کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائیگا یا مار دیا جائیگا اور اسنے اپنے دلمیں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا۔ حفاظت خود اختیاری میں اسکا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کیلئے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے۔ (اورنگ زیب لین پول) غرض بھائیوں کو اورنگ زیب نے ضد و نفسانیت سے قتل نہیں کرایا۔ بلکہ واقعات سے مجبور ہوکر بالکراہ اُسنے ایسا کیا۔ اور علاوہ دیگر وجوہ قویہ کے مذہبی فتوؤں نے اوس کی مجبوری میں اور اضافہ کر دیا۔ اور یہ وہ فتوے تھے جو حقیقت و صحت پر مبنی تھے۔

داراشکوہ

ناواقف معترض کہتے ہیں کہ عالمگیر نے داراکو بددین مشہور کیا تھا عالمگیر کی تحریرات آج دنیا میں موجود ہیں۔ اس قسم کے الفاظ اس کی تحریرات میں نہیں۔ گذشتہ حوالجات سے ثابت ہے کہ عالمگیر نے داراکا نام جب لکھا ہے شاہزادہ کلان یا جناب داراشکوہ لکھا۔ رقعات میں برادر نامہربان لکھا ہے۔ ہاں دوسرے شاہزادے اُسکو ضرور ایسا کہتے تھے اور لکھتے تھے۔ چنانچہ مراد جس جگہ دارا کا ذکر کرتا ہے ملحد لکھتا ہے دارا کے بعض اقوال و اعمال نے علماء کرام کو بھی اسکے ملحد قرار دینے پر مجبور کیا۔ مرج البحرین اس کی کتاب سراسر کفر و الحاد کا طومار ہے اسکو کشف و کرامات کا بھی دعویٰ تھا (لطائف الاخبار) یہی وجہ

ہے کہ ہندو مصنفین اس کے مداح ہیں۔ بادشاہ پر تسار لکھتے ہیں دارا شکوہ بہت نیک تھا۔
ہر مذہب کے اچھے فقیروں سے صحبت رکھتا تھا۔ مذہب اوسکا ویدانت تھا اپنشدوں کا فارسی
میں ترجمہ اسی کے حکم سے ہوا تھا (آئینہ تاریخ نما) بیاس نے جو چار وید مشہور کئے تھے وہ ہندسی
گم ہوگئے تھے۔ ہزاروں راجہ گذرے مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ آفرین شہزادہ دارا شکوہ کو کہ تلاش
کرکے جمع کیا۔ (الکھہ پرکاش) در مقالات صوفیہ ہم دلبسیار سے کتب تصنیف و تالیف فرمود (گلستان
ہند نمبر دوم صد۱۲۵) یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ باپ کے بے انتہا بھی دارا نے کہ اسی نے اول
بادشاہت کا اعلان کیا۔ اسی نے اول بھائیوں سے جھگڑا شروع کی۔ غرض جب عالمگیر
سے مقابلہ ہوا شکست پر شکست کھاتا پھرا آخر گرفتار ہوکر قلعہ گوالیار میں نظر بند کیا گیا۔ اگر
عالمگیر اسکے خون کا پیاسا ہوتا تو اسی وقت اس کو قتل کر دیتا۔ نظر بند کر دینے سے صاف پتہ چلتا ہے
کہ عالمگیر کو جان لینا مقصود نہ تھا۔ مگر دارا وہاں بھی خاموش نہ رہا۔ وہ خود اور اسکے ہی خواہ
اور شاہجہاں نے سازشوں کا سلسلہ قائم کیا۔ دارا کے بھاگ نکلنے پر عالمگیر کو پھر وہی اپنی
جان اور خلق خدا کی خونریزی کا خطرہ تھا۔ ادہر اُسکے عقاید و اعمال پر زمانہ کے علما اس کے
قتل پر متفق ہوگئے۔ آج بھی اگر بر بنائے حوالجات مذکورہ علما سے فتوے طلب کیا جائے تو
وہ ایسے شخص کو واجب القتل ہی قرار دینگے۔ اور کوئی مذہب سے بیگانہ اس امر کو تسلیم نہ کرے
تو اسکے تسلیم کرنے پر تو ضرور مجبور ہوگا کہ اس صورت میں دارا تخت اسلام کا مستحق نہ تھا اور
اسکی حکومت مسلمانوں کیلئے مضرت کا باعث ہوتی۔ ان تمام واقعات سے مجبور ہوکر عالمگیر نے
اسکو قتل کر دیا۔

شجاع

دارا کے بعد شجاع تھا جس نے اعلان سلطنت کیا اور اول دارا سے
جنگ پر آمادہ ہوا۔ عالمگیر نے جب دارا پر فتح پائی تو مونگیر اور صوبہ بہار اور پٹنہ شجاع کو
دیا۔ بنگالہ پہلے سے اسکے زیر حکم تھا۔ اسپر شجاع نے شکریہ کا خط لکھا۔ مگر جب عالمگیر دارا کے
تعاقب میں پنجاب کیطرف دُور نکلگیا تو شجاع نے چاہا کہ بتعجیل تمام سلطنت پر قبضہ کرلے اور
لشکر عظیم مرتب کرکے الہ آباد کو روانہ ہو (ماخوذ از واقعات ہند۔ تاریخ ہند
ذکاء اللہ) عالمگیر تدبیر شجاع کی دوستی کے ساتھ کرکے واسطے تسکین فتنہ

بنگالہ کا فرمان بھیجا تھا۔ اور شجاع شکر گزاری ظاہر کر کے ظاہرا دم دوستی کا مارتا تھا
تحریک دارا شکوہ سے اور طمع سلطنت کل ہندوستان سے اور باپ کا قید ہونا دیکھ کر
تسخیر اکبر آباد (الہ آباد) کا عازم ہوا (عمدۃ التواریخ صـ۱۸۲) خدیو عالم (عالمگیر) نیز بمقتضائے
خیر اندیشی ویگانگی در رواج کار رونق حال او (شجاع) کوشیدہ در صدد اعانت و رعایت
(آگے لکھتے ہیں) حضرت اعلیٰ (عالمگیر) مونگیر را با صوبہ بہار کہ ہمیشہ محمد شجاع آرزوئے
آن داشت و میسر نمی شد ضمیمہ ولایت بنگالہ باقطاع او مقرر کردہ فرمان حضرت اعلیٰ (عالمگیر)
و ملاطفت نامہ خویش متضمن ولایت مذکور مصحوب محمد میرک گرز دار فرستادند و ضمیمہ مضمون
مضمون ملاطفت نامہ نمودند کہ بالفعل آن ولایت را متصرف شود بعد اتمام کار دارا شکوہ چون
رایات عالیات بمستقر الخلافت معاودت کند مطالب و مدعائے کہ داشتہ باشد اظہار نماید
سعی در حصول آن بکار خواہد رفت محمد شجاع از رسیدن محمد میرک و ظہور ایں عطیہ مسرور شد
در پیراہن نگنجید و تہنیت نامہ مشتمل بر مراسم مبارکباد مصحوب محمد بقا بجناب والا ارسال داشت
و خود از اکبر آباد کہ حاکم نشین بنگالہ است بپٹنہ آمد چون عقل معاملہ دان نداشت و شود را از
زیان نمی دانست بعد تصرف صوبہ بہار و استماع توجہ رایات جہان کشا بسمت پنجاب متعاقب
دارا شکوہ و تصور این معنے کہ اتمام این ہم بزودی متصور نیست و خالی بودن تخت گاہ از
موکب جلال داغوائے خوشامدگویان واقعہ طلب در طمع افتاد در اواسط صفر کہ رایات اقبال
در پنجاب بود فرصت یافتہ بجانب الہ آباد روانہ گردید۔ بعرض اقدس (عالمگیر) رسید کہ محمد شجاع
باغوائے دارا شکوہ و اندیشہ ہائے باطل بخود راہ دادہ در بنگالہ افواج فراہم آوردہ و اسباب
پیکار سامان کردہ بعزم مجادلہ روانہ شدہ (خلاصۃ التواریخ) بارادہ جنگ لشکرے فراہم
آوردہ (شجاع) از سمت بنگالہ کہ صوبہ بیداری آن ولایت بدو متعلق داشت نہضت فرمود
عالمگیر آن خبر شنیدہ بعزم دفع او (مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل صـ۲۲۶) حضرت بادشاہ
(عالمگیر) بدریافت این حال بجہت تعاقب و دفع دارا شکوہ حرکت نمودند و بہ کوچہائے طولانی
شہر ملتان را مضرب خیام دولت ساختند مقارن این حال خبر شورش مرزا شجاع و حقیقت
قرب وصول او باطراف دار الخلافت مقروع سمع بندگان حضرت گردید۔ (گلستان ہند
تتمہ دفتر دوم صـ۱۰۹) الغرض شکستیں کھا کر اراکان کی طرف فرار ہوا اور وہیں مرگیا۔

مُراد

مُراد نے اعلان سلطنت کیا اور عالمگیر کو برابر اُبھارتا رہا۔ عالمگیر اس کو روکتا رہا۔ چنانچہ مراد عالمگیر کو لکھتا ہے۔ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آن واقعہ (وفات شاہجہان) تردد دارند بخود معقول نمی تواند کرد بہر حال بحول ہر چہ بعد از تعین این معنے بلیسے کردنفعل آمدہ برگشتن از امکان ندارد (پھر لکھتا ہے) [illegible] را سوائے اجازت آن صاحب مہربان مانعے نیست (پھر لکھتا ہے) اگر آن صاحب مہربان نیز از آن طرف متوجہ شوند والا مخلص بہ ہیچ وجہ دریں باب توقف بنحو ذقرار نمی تواند داد۔ (فیاض القوانین)۔ ان حوالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر روکتا تھا مگر مراد نہیں مانتا تھا۔ عالمگیر نے لکھا کہ باپ زندہ ہیں اور آثار صحت ظاہر ہیں کوئی ناگوار حرکت نکرنی چاہیے مراد نے اسکے جواب میں لکھا ہے آنچہ اندراج یافتہ کہ تا حال خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (وفات شاہجہان) بما نرسید بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن و باظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید (آگے لکھتا ہے) از تقاریر جاسوسان معتمد بہ یقین پیوستہ کہ [illegible] شہر یجہ حضرت (شاہجہان) را ہنگام موعود (موت) رسید (آگے لکھتا ہے) بہر حال تقدیر برانتظار خبر بردن وقت و قابو را از دست دادن و گفتگوئے ارباب عناد بازی خوردن و اطاعت کہ اصلا طبیعت برنمی باید کردن است۔ ملخص این ہمہ مقدمات آنکہ قرار و مدار کار خود را بر محاربہ و جنگ گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادہ کارزار است و سوائے ایں فکر دگر ندارد و پیرامون خاطر نمی گردد و اگر انتظار آن صاحب والا قدر (عالمگیر) مانع نمی بود تا حال خود را بآن نواحی می رساند (فیاض القوانین)۔ پھر لکھتا ہے۔ چو آن صاحب (عالمگیر) والا قدر دریں مادی متردد خاطر بودہ در کار ہائے ضروری آں وقت را (روانگی بجانب دار الخلافۃ) موقوف بہ تشخیص خبر (وفات شاہجہان) می داشتند ہر قدر روزے میگذرد مخالف (دارا) قوت و استقلال دیگر می گیرد (فیاض القوانین) ان حوالوں سے صاف ثابت ہے کہ عالمگیر باپ کا نہایت رتبہ شناس تھا اور امن و امان کا خواہاں تھا۔ مراد اسکو اُبھارتا تھا۔ عقل سلیم بسہولت اسطرف رہبری کرتی ہے کہ ایسے نیک نہاد آدمی کا

بمجبوری بادل ناخواستہ کیا ہوگا۔ ایک متعصب مورخ لکھتا ہے کہ عالمگیر نے قرآن کا حلف کرکے مراد کو یقین دلاکر آمادۂ جنگ کیا تھا کہ میرا ارادہ سلطنت حاصل کرنیکا نہیں میں جو کچھ کرتا ہوں تمھارے لئے کرتا ہوں۔" اس متعصب نے یہ فقرات شرم کو بالائے طاق رکھہ کر گھڑے ہوں گے کیونکہ مراد اگرچہ کم عقل تھا مگر پاگل نہ تھا جو یہ یقین کرتا کہ درویش تارک الدنیا میرے واسطے مجھ جیسے عزیز سے کیوں خون خرابی کرتا ہے نہ مطالعہ کرنیوالے لیسے احمق ہیں جو اسقدر لغو قول پر کان دھرینگے ہاں انکا ذکر نہیں جنکی آنکھوں پر تعصب وہٹ درمی کی سیاہی چھاگئی ہے۔ مراد کی تحریروں سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ اُن بھائیوں میں کوئی معاہدہ تقسیم ملک کے متعلق ہوا تھا از معہودات فیما بین است (زینۃ القوانین) قراریافت کہ ثلث از غنایم نصیبہ سلطان (مراد) و ثلثان بہ سرکار فیض آثار (عالمگیر) عاید گردد و بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان و ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بجناب سلطانی (مراد) تعلق گیرد و آنجناب در ولایت مذکورہ علم سلطنت برافرازد و آن سروسہی کوس نظل روائی بنوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد (واقعات عالمگیری) چنانچہ اس معاہدہ کے ایفا کا تذکرہ بھی ہے لاجرم آنحضرت (عالمگیر) مبلغ بست لک روپیہ نقد بواسطہ او ارسال داشتہ پیغام کرد کہ بالفعل ایں مبلغ رابضرورت خاصۂ خود و سپاہ صرف نمایند بموجبیکہ بہ آن برادر والاتبار مقرر کردہ شد کہ ثلثے از غنایم بسرکار ایشان نماید گردد و تتمہ نیز خواہد رسید و انشاء اللہ تعالی بعد از اتمام پذیرفتن مہم داراشکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر بآن مسند آرائے سلطنت و جہانداری ارزانی خواہد شد (واقعات عالمگیری) عالمگیر سے نصف تقسیم ملک و مال لینے کا سوال کیا۔ (مراد) عالمگیر نے جواب لکھا کہ ابھی جنگ باقی اور بادشاہ زندہ ہیں اور دارا شکوہ کیطرف کار باقی ہے اسوقت یہ گفتگو مناسب نہیں۔ دلجمعی کے بعد یہ کام کیا جائیگا۔ عمدۃ التواریخ صـ۸۰) ۔دارا سے جنگ میں جب مراد زخمی ہوا تو عالمگیر نے اوس کی تیمارداری نہایت محنت سے کی۔ اگر عالمگیر کا ارادہ برا ہوتا تو وہ موقع بہت آسان وبہتہ تھا۔ کنور درگا پرشاد لکھتے ہیں۔ عالمگیر بسلطان مرادبخش کہ داد شجاعت دادہ زخمہا برداشتہ بود تلطف بے شمار ظاہر ساخت و دلداری و غمخواری او بسیار از بسیار فرمود (گلستان ہند حصہ دوم صـ۲۴)

دارا پر فتحیاب ہونے سے مراد کے ذہن میں یہ سما گیا تھا کہ فتح میرے زورِ
بازو سے ہوئی ہے اسلئے اسنے اپنا نیا داؤں اختیار کیا اپنی فوج کی تنخواہیں بڑھائیں۔
اور عالمگیر کے افسروں سپاہیوں کو انعام واکرام سے اپنی طرف مایل کرنا شروع کیا۔
عالمگیر اس کی اس روش سے کھٹک گیا۔ اور اس کو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ (واقعاتِ
ہند) دریں منزل بعرض بار یافتگان محل والا رسید کہ سلطان مرادبخش از اکبرآباد کوچ
نکردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت وجمعے از ملازمان شاہ (عالمگیر) مثل ابراہیم خان
ولد علی مردان خان وامیر الامرا وغیرہ ملازمت آن جناب (مراد) اختیار کردہ درسلک
ملازمانش انتظام یافتند وچون مواجب ومناسب دہ بیست ودہ پانزدہ مقرر کردہ جمعیتی
کہ بدان رجوع آرند رعایت می فرمایند قریب بست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ
روز بروز مردم ظاہر بین صورت پرست کہ از سر منزل معنے وحقیقت چندین مرحلہ دور
افتادہ اند بواسطۂ طمع منصب وچشم رعایت از اردوئے معلّٰی (عالمگیر) جدا شدہ بہ
آنجناب (مراد) می پیوندند وجمعیت سپاہش آناً فاناً سمت ازدیاد می پذیرد (عاقل
خان) درصدد توفیر لشکر گردید (مراد) وبعضے امرا ناعاقبت اندیش را بانواع استمالت
بخود کشید باضافۂ منصب وخطابہا سرفراز ساخت واسباب شورش وسرکشی سرانجام دادہ
خیالات فاسد را بخود راہ دادہ (آگے لکھتے ہیں) اور (مراد) از اکبرآباد دیر آمد عقب لشکر
فیروزی (لشکر عالمگیری) می آید ودر کمین فرصت انتظار می بود (خلاصۃ التواریخ)
الغرض عالمگیر نے مراد کو گرفتار کرکے قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔ مراد
نے چند بار بھاگنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا آخر مراد پر دو سیّد زادوں نے اپنے
باپ کے بے گناہ قتل کرنیکا دعوےٰ کیا۔ قاضی گوالیار نے خون ثابت ہونے پر قصاص
کا حکم دیا۔ لالہ سبحان سنگھ لکھتے ہیں۔ علی نقی خان دیوان سرکار خود را کہ از بغی مانع بود
بدون صدورِ تقصیر بدستِ خود کشت (خلاصۃ التواریخ) علی نقی خان دیوان اپنے کو
ساتھ توہم نفاق کے قتل کیا۔ (عمدۃ التواریخ صہ ۱۸۰) کنور درگا پرشاد نے گلستان ہند
میں صہ ۱۰۶ سے ۱۰۷ تک نہایت تفصیل سے مراد کی علی نقی خان کو بے قصور اپنے ہاتھ سے
قتل کرنیکا قصہ لکھا ہے۔ مسٹر جارج این کنگ نے بھی اس قصہ کو لکھا ہے مگر ا[illegible]
الہام بھی شامل کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں ایک ایسا لڑکا تلاش کیا (عالمگیر نے

مرزا مراد نے گجرات کی حکومت کے زمانہ میں قتل کیا تھا اُس کو سمجھایا۔ (مسٹر جارج
ایس کنگ کی روح دیکھ رہی تھی۔) کہ تو مراد پر خون کا دعویٰ کر چنانچہ ایسا ہی ہوا اور
اس مقدمہ کی تحقیقات کے بعد قصاص کا حکم ہوا (ہسٹری آف انڈیا) صاحب بہادر کا اس
سے یہ مطلب ہے کہ عالمگیر نے مراد کی قتل کا بہانہ تلاش کیا۔ مراد عالمگیر کی قید میں تھا دارا
کو عالمگیر قتل کرا ہی چکا تھا۔ مراد کے قتل میں کون امر مانع تھا جو بہانہ تلاش کیا جاتا
علی نقی خان کو بلا قصور مراد کا بدستِ خود قتل کرنا ثابت ہے پھر کیا وجہ کے اُسپر قصاص
جاری نہ ہوتا۔ اسلامی عدالت و مساوات اسکو گوارا نہیں کرتی ہے کہ بڑا آدمی قتل کرے تو
چھوڑ دیا جائے چھوٹا آدمی قتل کرے تو سزا پائے اسلامی عدالت میں تو ہر مجرم یکساں
ہے اور ہر منصف حاکم کا فرض ہے کہ ستم رسیدوں کو تلاش کرکے اُن کی داد دے حقیقت
واقعہ یہ ہے کہ مراد نے اپنے ہاتھ سے علی نقی خان کو بلا قصور قتل کیا۔ جب سلطنت کا انتظام
ٹھیک ہوگیا شورشیں رفع ہوگئیں۔ اوس کے دو بیٹوں نے دعویٰ کیا۔ عالمگیر نے بھائی کی
جان بچانی چاہی اور مدعیوں کو خون بہا کا لالچ دیا۔ ایک تو راضی ہوا دوسرا راضی نہ ہوا
بمجبوری مراد قتل کیا گیا۔ خافی خان کا باپ مراد کا معتمد تھا۔ اور اُس نے بحالتِ قید چند بار
مراد کو بھگانے کی سعی کی۔ پس اس معاملہ میں خافی خان سے عالمگیر کی طرفداری کی امید
نہیں ہوسکتی۔ خافی خان اس واقع کے متعلق لکھتا ہے "چوں پسرِ کلان از دعوئی خون پدر
ابا نمودہ بادشاہِ قدرداں (عالمگیر) از فرمودنِ خدماتِ حضور و دیگر عنایات متوجہ
حالِ او شد (منتخب اللباب) اگر عالمگیر کو قتل کرنا مقصود ہوتا تو دعوے سے دستبردار
ہونے والے پر مہربان نہ ہوتا۔ بلکہ طلب قصاص کرنیوالے پر عنایتیں کرتا۔ یہ تمام
روایات عالمگیر کو مسٹر مذکور کے اتہام سے بری کرتی ہیں۔

شاہجہاں کے بیٹوں کے متعلق مورخین کی رائیں

دارا

مردانہ اور نیک نہاد مگر درشت مزاج تھا۔ (تاریخ ہند سدا سکھ

لال) ناتجربہ کاری و ناز برداری دارا شکوہ سے خوب واقف (شاہجہان) تھا۔ (عمدۃ التواریخ) دارا شکوہ بہت نیک تھا۔ مذہب اسکا بیدانت تھا (آئینہ تاریخ نما) دارا ایک عالی منش شخص تھا۔ مگر اُس کے مزاج میں خشنائی اور عجلت ازحد تھی۔ (تاریخ ہند منٹو) دارا ایک مزاج جلدباز مغلوب الغضب۔ خود پسند۔ فیاض اور ہندو مذہب کا دلدادہ تھا۔ (واقعات ہند) مگر باایںہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا۔ اُس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کرسکتا ہوں۔ اور کوئی فردبشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے وہ اُن لوگوں سے جو اُس سے ڈرتے تھے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے تو تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا۔ چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیرخواہ بھی اُسکی بھائیوں کے پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے اُسے آگاہ نہ کرسکے۔ وہ ڈرانے دھمکانے میں بڑا تیز تھا۔ یہان تک کہ بڑے بڑے امرا کو بھی بُرا بھلا کہہ بیٹھتا اور اون کی ہتک کر ڈالتا۔ لیکن اُس کا غصہ اور بدمزاجی آن کی آن میں جاتی رہتی تھی۔ (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر مصاحب دارا شکوہ)۔

شجاع

شجاع ایک عیاش آدمی تھا۔ (تاریخ ہند منٹو) عقل معاملہ دان نداشت وسُود را از زیان نمی دانست (خلاصۃ التواریخ)۔ شجاع عیاش شراب خوار خود رائے۔ خوشامد پسند۔ فضول خرچ۔ کم علم۔ شیعہ مذہب کی طرف مائل تھا (واقعات ہند) شجاع شرابی اور عیاش (آئینہ تاریخ نما)۔

مُراد

مراد بخش جو نقد شعور سے تہی دست تھا (عمدۃ التواریخ) مراد کچھ بیوقوف سا گنا جاتا ہے (آئینہ تاریخ نما) مُراد دلیر، ناعاقبت اندیش، شراب خوار کم عقل، آزار رسان، مُسرف، کم علم تھا۔ (واقعات ہند)

عالمگیر

اورنگ زیب بڑا دُور اندیش، حکمتی، مطلب کا یار۔ اور ظاہر میں بڑا کٹر مسلمان تھا۔ (آئینہ تاریخ نما)۔ بمقتضائے دانش جبلّی و فراستِ فطری) اساس [illegible] دانشمندانہ سررشتہ تحمل و استقلال بدست آوردہ (گلستان ہند) [illegible] شہزادہ (عالمگیر) زر آنجا کہ علم و وفا و وسعت حوصلہ و کمال متانت و دانائی [illegible] نہاد آنحضرت است۔ (لب لباب تاریخ رائے بندرابن) عالمگیر بہادر سادہ چلن مدبر [illegible] ذی علم چالاک دُور اندیش متعصب مسلمان تھا۔ (واقعات ہند)

محققین کی اِن رایوں پر نظر کرکے اہل نظر انصاف کریں کہ بادشاہت کی اہلیت کس میں تھی۔؟

جواب نمبر (۳)

اورنگ نے انصاف و رواداری کے ساتھ سلطنت کی وہ کسی پر ظلم و ستم روا نہ رکھتا تھا۔ (واقعات ہند) اگر کہیں فوج روانہ کرتا تو اس کے ساتھ [illegible] مقرر کرتا ایک ہندو دوسرا مسلمان (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) بعد چنان قرار [illegible] از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیانِ سرکار یک پیشکار ہندو و یک مسلمان مقرر [illegible] (تاریخ فرشتہ) انگریز بینڈر ڈاڈ لکھتے ہیں اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں تو مسلمانوں کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی لیکن اُس نے غیر مذہب کے لوگوں پر سختیاں نہیں کیں (تاریخ ہندوستان جلد سیوم)۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں ایک شخص نے عرضی دی کہ دو پارسی ملازموں کو جو تنخواہ تقسیم کرنے پر ملازم ہیں اس خدمت سے برخاست کیا جائے کہ وہ آتش پرست ہیں اور انکی جگہ کسی معتبر تجربہ کار مسلمان کو مقرر کیا جائے عالمگیر نے اس عرضی پر حکم لکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہیں اور نہ اِن معاملات میں تعصب کو جگہ مل سکتی ہے۔ (پریچنگ آف اسلام) لالہ شیام داس لکھتے ہیں عالمگیر کے ارکان دولت و اعضائے حکومت مسلمان ہی نہ تھے ہندو بھی تھے اور بکثرت تھے۔ عالمگیر نے سلطنت کے ہر ایک اہم اور اعلےٰ شعبہ میں ہندوؤں کو افسر [illegible] اورنگ کے عہد میں راجہ [illegible]

بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا۔ وہ دس برس برابر مرہٹوں کے ساتھ لڑتا رہا اور مالوہ میں اُن کا قدم جمنے نہ دیا۔ نظام الملک مالوہ و گجرات میں بادشاہ کی طرف سے صوبیدار تھا۔ اورنگ زیب نے اس سے مالوہ کی صوبیداری چھین کر گردہر رائے کو وہاں کا صوبیدار مقرر کیا۔ (رسالہ دہرم بیر سے عبرت نے مارچ ۱۹۲۲ء میں نقل کیا)۔ راجہ جے سنگھ رائے سنگھ کنور لال سنگھ منوہر داس مشیر تھے۔ کب رائے برہمن سندر برہمن معتمد خاص تھے (واقعات ہند) عالمگیر کی فوج میں کثرت سے راجپوت تھے جو آخر دم تک اوس کے ساتھ رہے چنانچہ مہم دکن کے ذکر میں مرقوم ہے راجپوت ہائے جلادت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو متردوات نمایان روئے کارآوردند (فرشتہ)

اورنگ زیب کی ہندو نوازی

شہزادہ معظم کی راجہ روپ سنگھ کی بیٹی سے شادی کی۔ (واقعات ہند) متھرا کے قریب بلدیو جی کا مندر ہے اس کو جاگیر دی۔ مندر بُدھ گیا کو جہانگیر نے جاگیر دی تھی اورنگ زیب نے اوس کی توثیق کی۔ (واقعات ہند) خانہ پور (متصل بیدر ملک دکن) کے مندر کو جاگیر دی۔ گردوارہ گرو رام رائے واقع دہردون کو جاگیر دی۔ واقعات ہند)۔ ضلع سیتاپور میں مصرکہ ایک ہندوں کا مشہور معبد ہے مصرکہ کے مہنت کے پاس شہنشاہ عالمگیر کی عطا کی ہوئی ایک شاہی سند موجود ہے۔ جس کے ذریعہ سے بہت سے مواضع مہنت موصوف کو مصارف مذہبی کے لئے عطا کئے گئے تھے۔ ازاں جملہ چند مواضع اب تک مہنت موصوف کے قبضہ میں ہیں من مضافات متھرا چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام بلدیو داؤ ہے یہاں پر بلدیو جی کا مندر ہے اور اس مندر کے مصارف کے لئے شہنشاہ اورنگ زیب نے بہت سے گاؤں عطا کئے ہیں جو اب تک مندر مذکور کے قبضہ میں ہیں (از مضمون بابو رام نراین صاحب مینیجر ریاست رام نگر۔ مندرجہ ہمدم ۴ دسمبر ۱۹۲۴ء) راجہ رتن سنگھ (اسکو شاہجہاں نے جاگیر دی اسنے اپنے نام پر رتلام آباد کیا) کے بیٹوں میں جھگڑا ہوا۔ چھوٹے فرزند نے کو نکالدیا اور خود تخت پر قابض ہوگیا بڑا لڑکا عالمگیر کے پاس فریاد لے کر آیا۔ عالمگیر نے اسکو جداگانہ پرگنہ سیتا منو مالوہ میں عطا کیا۔ جہاں آج تک اس کی اولاد حکمران ہے (واقعات ہند) عالمگیر کا ایک فرمان منگل پانڈے نے ۱۹۰۵ء میں ایک مقدمہ میں مجسٹریٹ

میں پیش کیا اسکا انگریزی ترجمہ لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر ڈی سی کلاٹ نے کیا اور اوس کا
مفصل تذکرہ مسٹر نرنجن داس بی اے ایل ایل بی کی کتاب نگوپی بٹی بنارس میں ہے۔
اسکا فوٹو رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں جون ۱۹۲۵ء میں شایع کیا اور پیسہ اخبار لاہور
۸ جولائی ۱۹۲۶ء میں اسکا اردو ترجمہ درج ہوا۔ یہ فرمان ابوالحسن حاکم بنارس کو سلطان
شہزادگی کی معرفت شہنشاہ اورنگ زیب نے بھیجا۔ جو بجنسہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ہماری سچی شریعت اور پاک مذہب کی رو سے یہ ناجایز ہے کہ غیر مذہب
کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات آئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اور اسکے
گرد و نواح کے ہندوؤں پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور اون کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں
اور ان برہمنوں کو جنکا تعلق پرانے مندروں سے ہے اُن کو اُن کے حقوق سے محروم کیا جاتا
ہے لہذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی
تنگ نہ کرے نہ اون پر کسی قسم کا ظلم کرے۔ مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۰۶۵ھ ہجری۔

اورنگ کے ہندو عہدہ داروں اور منصبداروں کی اگر فہرست
مرتب کیجائے تو ایک مختصر رسالہ طیار ہوجائے یہ مختصر تالیف اس کی متحمل نہیں ہوسکتی یہ فہرست
مخالف و موافق کتب سیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر جہانگیر شاہجہان
تینوں کے دربار سے زیادہ اورنگ زیب کے دربار میں ہندو جمع تھے۔ ساہو جی نبیرہ سیواجی
(ہفت ہزاری) کالوجی قلعدار ستارہ (شش ہزاری) سنبھاجی پسر سیواجی۔ نیتاجی راجہ
بھیم سنگھ اچلاجی داماد سیواجی۔ سوبہان قلعہ دار ستارہ۔ بھاکو (پنج ہزاری) اودے سنگھ
قلعدار کھلنا (سہ ہزاری و پانصدی) اند سنگھ۔ راجہ مان سنگھ مجسٹریٹ مانڈل پور۔ باسدیو
بلیاد سنگھ نصرت آباد۔ درگداس (سہ ہزاری) راجہ اودیت سنگھ مجسٹریٹ۔ ایرج رام
چندر تھانیدار کھلنا لون (دو نیم ہزاری) میدنی سنگھ۔ ارجوجی برادر سیواجی۔ مانکوجی
راجہ کرن (دو ہزاری) بہادر سنگھ شیو سنگھ قلعدار رایری (یک و نیم ہزاری) بشن
سنگھ۔ روپ سنگھ (یک ہزاری) راجہ کلیان سنگھ۔ (نہ صدی)۔ یہ مختصر فہرست ہندو
منصبداران خاص خاص والیان ملک وافسران ومشیران سلطنت کے علاوہ ہے راجہ جسونت

سنگھ جنرل افواج و صوبہ دار کابل ۔ راندھا نا کمانڈنگ افسر ۔ راجہ جے سنگھ ۔ روپ سنگھ ۔ کنور لعل سنگھ
راجہ بھگونت سنگھ [illegible] ۔ راجہ [illegible] سنگھ بندیلہ ۔ منوہر داس (لفٹنٹ جنرل) سبحان سنگھ
ارو جی ۔ راگھوجی ۔ پتینگ راؤ ۔ (کرنل) نیتا جی ۔ رستم راؤ ۔ لبسونت راؤ ۔ راجہ
بشن سنگھ (میجر) انوپ سنگھ قلعدار سکر ۔ رائے رایان کوک سنگھ ۔ مصاحب شہزادہ
اعظم ۔ کشور داس قلعدار شولاپور ۔ دیوان رگھوناتھ وزیر مال ۔ (ماخوذ از ماثر الامرا
و واقعات ہند و تاریخ ہند) ۔ جب عالمگیر تخت نشین ہوا ۔ سیواجی نے معافی چاہی آپ کو
معاف کر دیا ۔ اور اس کا ملک بحال رکھا ۔ پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر نے معافی چاہی تو
معاف کر دیا ۔ راجہ کرن کو معاف کرکے خطاب و دو ہزاری منصب عطا کیا ۔ سیواجی کے داماد
[illegible] کو جاگیر [illegible] دسمبر [illegible] راجہ [illegible] سنگھ و کنور رام سنگھ کو خلعت عطا کیا ۔ میدنی
سنگھ پسر پرتھی سنگھ کو دو ہزاری منصب [illegible] پانچ ہزار نقد ایک ہاتھی ۔ دس گائیں عطا کیں ۔
مہاراجہ جسونت سنگھ نے بار بار مخالفت کی اور معافی چاہی معاف کر دیا ۔ اور ایک لاکھ دام
کی جاگیر عطا کی ۔ رائے سنگھ راٹھور کو راجہ کا خطاب مع ایک لاکھ نقد و خلعت عطا کیا ۔ راجہ
رگھوناتھ کو خطاب و خلعت و منصب و جواہرات عطا کئے ۔ (ماخوذ از واقعات ہند و تاریخ
ہند ایشوری پرشاد) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں بعض بعض مندروں کو جاگیریں بھی دیں جاتریوں
سے ٹیکس موقوف کیا (پیسہ اخبار دسمبر ۱۹۲۶ء) ۔ ہندوؤں کو محصول جاترا معاف کیا ۔ (تاریخ
ہند) اورنگزیب نے بڑی پاسداری راجہ چمپت رائے کی کی ۔ اور منصب دوازدہ ہزاری
عطا فرمایا ۔ اور ایک جاگیر دی ۔ (تواریخ بندیلکھنڈ پنڈت کشن نرائن ص ۲۳) اورنگزیب نے
رانا راج سنگھ کو سرپیچ مرصع بھیجا اور کنور لال سنگھ کو خلعت مع ایک عقد مروارید سرپیچ مرصع
طرہ و با شش ہزاری منصب اور دو کروڑ دام کا ملک (پانچ لاکھ رائج الوقت برابر دو کروڑ
دام) دیا ۔ (تاریخ راج پرستی دیبی پرشاد ص ۴۷)

جواب نمبر (۴)

جزیہ معرب ہے گزیہ کا یہ محصول ایران کے آتش پرست بادشاہ
نوشیروان کی ایجاد ہے (تاریخ قدیم) ۔ اس قسم کا محصول اپنے اپنے زمانہ سلطنت میں
تمام مذاہب کے بادشاہوں نے غیر مذہب والوں سے وصول کیا ہے ۔ سرجان ملکم

نوشیروان نے یہود و نصاریٰ پر جزیہ لگایا۔ (تاریخ ایران) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں "۔
اخیر زمانہ کے بودھ راجوں نے غیر بودھوں پر ایک خاص محصول قایم کرکے (پیسہ اخبار دسمبر
سنہ ۱۹۲۶ء) ۔لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں "۔غیر اقوام سے (ہندوؤں کے عہد سلطنت میں) علاوہ
ایک خفیف ٹیکس کے تھوڑا سا مصارف مندر کیلئے بھی لیا جاتا تھا۔ (پیسہ اخبار جنوری ۲۶ء)
عیسائی سلاطین اسقدر ٹیکس وصول کرتے تھے کہ لوگ مجبور ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے
ہیں ان تمام ظالمانہ غیر محدود مطالبوں کے عوض جو شہنشاہان یونان وصول کرتے تھے۔
(پریچنگ آف اسلام) ۔غرض یہ ایک محصول تھا اور مثل دیگر محصولوں کے اسکا نام جزیہ
تھا۔ اور اس ٹیکس کو مختلف صورتوں میں تمام قوموں نے وصول کیا ہے اور ان کے وصول
کرنیکے طریقہ ظالمانہ تھے۔ اس کی کوئی حد معین نہ تھی۔ غریب امیر درویش کوئی اس سے مستثنیٰ
نہ تھا۔ جزیہ دہندہ جنگی خدمات سے مستثنیٰ نہ تھا اور اسکا نقصان ہوجاتا تھا تو اس کو سلطنت
کوئی معاوضہ نہ دیتی تھی۔ اسلام نے اس محصول کو مناسب اصلاح کے ساتھ جاری رکھا اور
اس کو ایک جنگی یا حفاظتی ٹیکس قرار دیا۔ اس کے قواعد اسقدر سہل تھے کہ جو کسی پر گراں نہ ہو سکتا تھا
جزیہ سے مذہبی خدمات کرنیوالی عورتیں بچے غربا مستثنیٰ تھے جزیہ ادا کرنیوالے کی حیثیت کم از کم دو سو روپیہ
قرار دیگئی تھی۔ جزیہ کی مقدار عالمگیر کے عہد میں ۳ لہ روپیہ سالانہ سے ۱۳ لہ تک قرار دیگئی تھی صاحبان انصاف غور
کریں اسقدر قلیل سالانہ رقم پر کون صاحب مذہب تنگ ہو کر تبدیل مذہب پر مجبور ہو سکتا ہے
اگر تبدیل مذہب پر مجبور کرنے کیلئے یہ محصول قایم کیا جاتا تو غربا اور مذہبی خدمات کرنیوالے
مستثنیٰ نہ ہوتے اور اس کی تعداد بھی معقول ہوتی۔ جزیہ ادا کرنیوالے جنگی خدمات سے
مستثنیٰ ہوتے تھے۔ اور اگر کبھی کسی جزیہ ادا کرنیوالے سے کوئی جنگی خدمت لیگئی تو جزیہ
اس کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ اگر بوجہ نقص حفاظت جزیہ ادا کرنیوالے کا کچھ نقصان ہو جاتا
تھا تو حکومت معاوضہ دیتی تھی۔ جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں جزیہ کی تعداد اورنگ زیب نے
۳ لہ سالانہ سے ۱۳ لہ تک مقرر کی تھی۔ اس سے سرکاری ملازمین مذہبی لوگ محتاج پیشہ ور
مستثنیٰ تھے (تاریخ اورنگ زیب) عیسائی مصری فاضل جرجی زیدان لکھتے ہیں۔ جزیہ
کچھ اسلام کی نئی پیدا کی ہوئی باتوں میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمدن قدیم کے زمانہ سے آج چلا
آیا ہے۔ ایتھنیز کے رہنے والے یونانیوں نے پانچویں صدی قبل مسیح میں سواحل ایشیا کوچک
کے رہنے والوں پر جزیہ مقرر کیا تھا (آگے لکھتے ہیں) رومانی لوگوں نے جن قوموں کو زیر کرکے

اپنا تابع فرمان بنایا۔ اور پھر انہوں نے مسلمانوں کی اُس مقدار جزیہ سے جس کو فاتحین اسلام نے اُس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تھا کہیں اور کئی حصّہ اور بڑھ کر جزیہ مقرر کر دیا تھا۔ کیونکہ رومانی لوگوں نے جس زمانہ میں گال (فرانس) کا ملک فتح کیا تو انہوں نے وہاں کے ہر ایک باشندے پر جزیہ مقرر کر دیا تھا۔ جس کی تعداد نوسو پندرہ گنی سالانہ تک کہ پہنچ ہوتی تھی۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ مسلمانوں کے مقرر کردہ جزیہ سے سات گُنی تھی۔ (آگے لکھتے ہیں) فارس کے حکمرانوں نے محکوم لوگوں پر جزیہ ادا کرنا لازم کر دیا تھا۔ (آگے لکھتے ہیں) مسلمانوں نے اس آمدنی کے جمع کرنیکی کیفیت میں عدل اختیار کیا۔ (آگے لکھتے ہیں) عمرو بن العاص کے ساتھ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ قبطی لوگ شریف ہوں یا وضیع جوان ہوں جو ہتھیار اور بالغ ہو چکے ہیں وہ سب فی نفر دو دینار ادا کرینگے۔۔ شیخ فانی (بوڑھا) اور زنا یا لڑکوں اور عورتوں پر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ (آگے لکھتے ہیں) جزیہ کا ادا کرنیوالا شخص نہ قتل کیا جایگا۔ نہ جنگ میں بلایا جائیگا۔ (آگے لکھتے ہیں) کیونکہ یہ ٹیکس انسے فوجی خدمت سے معاف ہونیکے معاوضہ میں لیا جاتا ہے (تاریخ تمدن اسلام) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں جزیہ ایک قسم کا محصول تھا جو ہندوؤں سے وصول ہوتا تھا۔ برہمن لوگ اس سے مستثنیٰ تھے۔ (تاریخ ہند) اورنگ زیب نے جزیہ اسی قسم کے محصول معاف کر کے قایم کیا تھا۔ اگر ظلم کرنا مقصود ہوتا تو وہ محصول بھی قایم رکھے جاتے اور یہ بھی قایم کر دیا جاتا۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں عالمگیر نے سر شماری۔ برشماری جنگی پاندری برگدی طوتمانہ شکرانہ وغیرہ وغیرہ بہت سے محصول جو پہلے سے رائج تھے معاف کئے (واقعات ہند و تاریخ ہند) پس رقومات سوائی راکہ محاصل آن از لکوک متجاوز بعد حکم معافی فرمود۔ (آگے لکھتے ہیں) محصول اہل حرفہ حاصل عمدہ راہداری محاصل عرس بندگان و جاترہ ہنود و بمعابد تیرتھ و بازار و محصول مسکرات و میخانہ و قمار خانہ و جرمانہ و شکرانہ و ابواب فوجداری و چہار رکتہ نیت (گلستان ہند) پہلے یہ دستور تھا کہ جو سردار مرتا اسکا مال ضبط ہو کر داخل خزانہ سرکار ہوتا۔ یہ دستور بھی موقوف کیا۔ نیز سرداران سے گران قدر نذرانے و تحائف لئے جاتے تھے وہ بھی معاف کیے۔ ہندوؤں کو محصول جاترا معاف کیا (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلّی نباشد از اعقاب آنہا کہ متصدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق ضبط می نمودند این معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقربا و جیران می شد عفو فرمودند (ما[illegible]

جسطرح ہندوں پر جزیہ قایم کیا۔ اسی طرح مسلمانوں پر زکوٰۃ قایم کی زکوٰۃ جزیہ سے زیادہ سخت ہے زکواۃ ادا کرنیوالے کی حیثیت باون تولہ چاندی قرار دیگئی ہے زکوٰۃ کی تعداد ڈھائی سیکڑہ سالانہ ہے زکوٰۃ سے مرد عورت مولوی صوفی کوئی مستثنیٰ نہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنیوالا جنگی خدمات سے بھی مستثنیٰ نہیں۔ زکواۃ ادا کرنے والے کا اگر نقصان ہوجائے تو اُسکا معاوضہ حکومت کے ذمے نہیں۔ اب اگر انصاف سے غور کیا جائے تو جزیہ غیر مسلموں کے لئے رحمت تھا نہ کہ زحمت۔ اور جزیہ قایم کرنے سے ظلم وستم یا تبدیل مذہب پر مجبور کرنا مقصود نہ تھا بلکہ رعایا کیلئے موجب طمانیت سہولیت تھا کہ انکی قسم کے مطالبات موقوف ہوکر ایک خفیف مطالبہ قایم ہوا اور اُس کی وجہ سے اون کی کامل حفاظت حکومت کے ذمے ہوگئی۔ اور اون کے نقصانات کا معاوضہ حکومت کے سر آپڑا۔

جواب نمبر (۵)

یہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی رعایا کو کامل مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ وہ مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اُسنے بعض میلے اور مدرسہ بند کئے۔ لیکن ان میں مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے جلوس تھے۔ اور اُن مدارس میں مسلمان بھی تعلیم پاتے تھے وہ میلے اور مدرسے کیا تھے۔ پولٹیکل اکھاڑے۔ یا سازش گاہیں۔ یا مرکز مفاسد تھے۔ برہان پور میں محرم کے تابوت کے جلوس پر جھگڑا ہوا۔ عالمگیر نے آیندہ کیلئے تابوت کا جلوس بند کر دیا۔ بعض سرکش ہندوں نے ایسے مدرسہ قایم کئے تھے جن میں تعلیم کی آڑ میں سلطنت کے خلاف طلباء کو طیار کیا جاتا تھا۔ بعض میں مخرب اخلاق امور ظہور پذیر ہوتے تھے۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں رعایا کو بعض مصائب و سیہ کاری سے بچانے کے لئے اس نے بعض میلے بند کئے جن میں ہندو مسلمان دونوں کے جلوس شامل تھے۔ (آگے لکھتے ہیں) داراشکوہ اور سلاطین دکن کے خیر خواہوں نے اورنگ زیب کے خلاف پروپگنڈا کرنے کے لئے چند درسگاہیں قایم کیں۔ جن کے مہتمم ہندو تھے اور ان میں ہندو مسلمان دونوں قومیں تعلیم پاتی تھیں۔ اُس نے اس قسم کے درسگاہوں کو بند کرنیکا حکم دیا۔ لیکن خاص مذہبی درسگاہوں میں اُس نے کوئی دست اندازی نہیں کی۔ (پیسہ اخبار ۲۶ دسمبر ۳۶ء) ۔ ایک ایسا سازشی گروہ پیدا ہوا جس نے سلطنت میں بدامنی پھیلائی

کے مختلف طریق اختیار کرئے۔ اول اُسنے چند مذہبی جلوس طیار کئے تاکہ مذہبی جلوس پر نزاع ہو۔ پہلے پہل برہان پور میں محرم کے جلوس پر بلوا ہوا۔ دوسرے چند مدارس ایسے قایم کئے۔ جس میں مذہبی تعلیم کی تہ میں بغاوت کی تعلیم دیجاتی تھی۔ ان میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے۔ کنور لال سنگھ کی تحقیقات اور مشورے کے بعد بادشاہ نے ان بد میلوں اور مدرسوں کو بند کرنیکا حکم دیا۔ (واقعات ہند)۔

جواب نمبر (۶)

ہندو فاضل مسٹر۔ بی ایل کپور رقمطراز ہیں کہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے ایک فوج گران لئے ہوئے اُجین میں پڑا ہوا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت (شاہجہان) کی عیادت کو جاتا ہوں تم سد راہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نہ مانا۔ عالمگیر بر جب حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے جب معرکہ ہوا تو عالمگیر نے فوج کا افسر جسونت سنگھ کو مقرر کیا۔ پچھلے پہر دفعۃً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکلکر شجاع کی طرف چلا اور اس کی فوج نے شاہی اسباب وغیرہ پر دست درازی کی۔ چند روز بعد جب جسونت سنگھ کا کوئی ٹھکانہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا۔ اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا عالمگیر نے غائبانہ اسکا منصب وخطاب وجاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبیدار مقرر کر دیا۔ جب اس کو دکن میں سیواجی کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطرتی عادت سے باز نہ رہا۔ جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم میں اسکا شریک تھا اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا۔ اُسنے نمکحرامی سے انکار کیا (اخبار نور قادیان ۱۹۲۶ء) یہی مضمون تاریخ ہند ایشوری پرشاد اور واقعات ہند میں ہے۔ لالہ تلسی رام لکھتے ہیں۔ جب جسونت سنگھ نے شجاع کے معرکہ کے وقت غداری کی تھی تو رام سنگھ راٹھور اور مہیش داس نے بھی اسکا ساتھ دیا۔ پھر ان دونوں نے معافی چاہی عالمگیر نے معاف کر دیا (واقعات ہند) دکن میں سیواجی کے معرکہ میں جب جسونت سنگھ سے بیوفائی کا اظہار ہوا تو پھر معافی خوا

معاف کر دیا اور اوسکو کابل کا صوبیدار مقرر کر دیا۔ تاکہ وہاں اسکو کوئی ذریعہ غداری کا میسر نہ آئے۔ (واقعات ہند) جسونت سنگھ مرا تو اسکے کوئی اولاد نہ تھی اسکے کارندوں نے اطلاع دی کہ دو رانیاں حاملہ ہیں۔ پھر اطلاع دی کہ دونوں کے لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے حسب دستور قدیم حکم دیا کہ اُن بچوں کو حاضر دربار کیا جائے۔ مگر راجہ کے کارندے بغیر وصول حکم شاہی و اجازت صوبیدار و حصول پروانہ راہداری اُن بچوں کو لیکر چلدئے۔ دریائے اٹک پر جب پروانہ راہداری مانگا گیا تو امیر البحر سے جنگ و جدل کی۔ فریقین کے آدمی زخمی ہوئے۔ راجپوتوں نے بجبر عبور دریا کیا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع اُن کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہو گئی۔ اسلئے یہ گروہ جسوقت دار الخلافہ کے قریب پہنچا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقیم ہوں۔ اور کوتوال اُن کی نگرانی کرے۔ وہاں سے راجہ کے کارندے بچوں کو لیکر جودھپور بھاگ آئے۔ اور راجہ اودیپور سے سلطنت کے خلاف اعانت طلب کی چنانچہ خافی خان لکھتے ہیں (بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ معتمدان جہالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر ہمان دو فرزندان بہ اسم اجیت سنگھ و دلتھمن داشت مع رانی باہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشند یا دستک و رضامندی صوبیداری حاصل نمایند روانہ حضور شدند بعدہ کہ بہ معبر اٹک رسیدند و میر بحری بعلت عدم دستک مانع آمد با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و جمعے رسانده بہ سرپنجگی عبور نمودند بعد ازان کہ نزدیک دار الخلافہ رسیدند از انکہ از ادائے خارج سابق جسونت عیار ملال در خاطر مبارک جا گرفتہ بود ایں شوخی راجپوتیہ علاوہ آن گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آیند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران متعینہ توپخانہ اطراف خیمہ ہائے وابستگان راجہ چوکی نشاندہ بہ طریق نظر بند نگاہ دارند۔) ان تمام واقعات اور اس شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ کے چھوٹے بچوں یا بیواؤں وغیرہ کے متعلق کوئی جھگڑا نہ تھا۔ نہ کوئی جدید حکم دیا گیا تھا۔ بلکہ حسب دستور قدیم انکو طلب کیا گیا تھا۔ اور یہی وجہ اُن کے فرار ہونے کی ہوئی۔ کہ انکو اپنا انجام اچھا نظر نہ آیا۔ اوس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ متوفی رئیسوں کے خرد سال بچے سلطنت کے

دامن عاطفت میں پرورش پاتے تھے۔ اسی دستور کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو طلب کیا تھا۔ (حکم اقدس و اعلیٰ صادر شد کہ دو پسر را بدرگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہر گاہ پسران بسن تمیز خواہند رسید بہ عنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت۔ ماثر عالمگیری)۔ مغلوں کے عہد میں جب کوئی سردار مرتا تو اسکے خورد سال بچوں کی پرورش و تربیت بادشاہ اپنی نگرانی میں کراتے (وا قعات ہند) مسٹر بی۔ ایل کپور لکھتے ہیں "تیموریوں کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدے دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاتا تو بادشاہ اُن کو طلب کر کے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا۔ اور شہزادوں کی طرح اُن سے سلوک کیا جاتا تھا۔ اسی اصول کے مطابق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو طلب کیا تھا اور کہا تھا کہ ان کو دربار میں پہنچا دو۔ سن شعور کے بعد ان کو سب کچھ ملیگا۔ (اخبار نور ۱۹۲۶ء) اس واقعہ کو الٹ کر یوں مشہور کیا جاتا ہے کہ جسونت سنگھ کے لڑکے اس لئے طلب کئے گئے تھے کہ انکو مسلمان بنا لیا جائیگا۔ جسونت سنگھ سے زیادہ دشمن سلطنت سیواجی تھا۔ جب سیواجی کا بیٹا سنبھاجی گرفتار ہو کر آیا تو اسکا بیٹا ساہو ساتھ تھا۔ سنبھا کے بعد عالمگیر نے ساہو کو اولاد کی طرح پرورش کیا۔ نہ اسکو قتل کرایا۔ نہ مسلمان بنایا۔ چنانچہ مسٹر بی۔ ایل کپور لکھتے ہیں۔ ساہو جی کو جب گرفتار کیا تو اس وقت میں اسکی عمر سات سال کی تھی۔ عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا۔ اسکا خیمہ شاہی خیمہ کے برابر کھڑا کرا دیا۔ اسکو ہفت ہزاری منصب اور خطاب نوبت و علم عطا کیا۔ اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قائم رکھا۔ (اخبار نور ۱۹۲۶ء) صاحب ماثر الامرا بھی اس واقعہ کو اسی طرح لکھ کر لکھتے ہیں کہ "عالمگیر کے بعد ساہو نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن اُس کے احسان کا اس قدر پاس ضرور کیا کہ سب سے پہلے اُس کے قبر کی زیارت کو گیا۔

سیواجی

مخالف و موافق تمام تاریخوں میں مذکور ہے کہ سیواجی کے آباؤ اجداد اور خود سیواجی مسلمانوں کے نمک پروردہ تھے۔ اور سلاطین اسلا

ساتھ بے حد احسانات کئے۔ سیواجی نے بار بار بغاوت کی اور معافی چاہی اُس کو معافی دیگئی۔ ایام شہزادگی میں جب عالمگیر مہم دکن پر مامور ہوکر گیا تو سیواجی نے عالمگیر سے رسوخ پیدا کیا۔ عالمگیر نے سفارش کر کے اسکے مقبوضہ ملک کی سند اسکو بادشاہ سے دلادی۔ اسکے بعد سیواجی نے سلطنت مغلیہ کے علاقہ پر تاخت و تاراج شروع کی۔ عالمگیر نے شایستہ خان کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ شایستہ خان نے اسکو بھاری شکست دی۔ سیوا پریشان ہوکر جیول و پالی (سورت کے نزدیک) کی طرف گیا اور ان بندرگاہوں پر قبضہ کر کے حاجیوں کے جہاز لوٹنے لگا۔ عالمگیر نے راجہ جے سنگھ کو اسکی سرکوبی پر مامور کیا۔ (واقعات ہند اور تاریخ ہند ایشوری پرشاد سے یہ واقعات ماخوذ ہیں) راجہ جے سنگھ نے اسکو شکست دی۔ سیوا نے حاضر ہوکر راجہ سے عرض کی۔ بطریق بندہ ہائے ذلیل و مجرم روبدیں درگاہ آوردہ امرخواہی نہ بخش خواہی بکش (خافی خان)۔ اسکے بعد سیوا نے اپنے مقبوضہ پینتس قلعوں میں سے تیئیس ۲۳ نذر کئے۔ اور درخواست کی کہ اسکا بیٹا سنبھا۔ ملازمین شاہی میں رہے اور وہ خود کسی قلعہ میں آزاد نہ رہیگا۔ اور حسب الطلب امداد کیلئے حاضر رہیگا۔ اسپر دلیرخان جنرل افواج شاہی نے اپنی طرف سے تلوار جمدھر و عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا جی کو عنایت کئے۔ راجہ جے سنگھ نے گھوڑا خلعت ہاتھی عطا کیا۔ اور سنبھا جی کی سفارش دربار شاہی میں کی جو منظور ہوگئی۔ جب سیواجی دارالخلافہ کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ پسر راجہ جے سنگھ و مخلص خان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ (سلیمان شکوہ کے استقبال کے لئے بھی رام سنگھ بھیجا گیا تھا۔ رام سنگھ کا منصب سہ و نیم ہزاری تھا۔ اور راجہ جے سنگھ والی جیپور وزیر جنگ کا منصب پنجہزاری تھا۔ سیواجی کے باپ ساہوجی کا منصب بھی شاہجہاں کے دربار میں پنجہزاری تھا) جب سیواجی پہنچا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ پنجہزاری امراکی قطار میں کھڑا ہو۔ لیکن سیواجی نے پیٹ کے درد کا بہانہ کیا۔ او بیٹھ گیا۔ لہذا فرود گاہ کو واپس کیا گیا۔ (واقعات ہند) چوں بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل شدہ بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارۂ والا بر بساط قرب و منزلت بار یافت و در مقامے مناسب کہ جائے مقربان پیشگاہ دولت بود بایستادہ ایستاد (ماثر عالمگیری)۔

دربار سے واپس جاکر سیواجی پھر سلام کو نہیں آیا۔ اسلئے منتقبہ ہوا اور اسپر پہرا مقرر کر کے راجہ جے سنگھ کو اطلاع دیگئی (منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ انچہ صلاح داند معروض نادارد تا بہ او معاملہ رود (ماثر عالمگیری) راجہ جے سنگھ نے صرف اسقدر لکھا کہ اسکا قصور معاف کیا جائے (دریں اثنا عرضداشت راجہ جے سنگھ رسید کہ باو عہد وقول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آن مخذول بہ اکثر مصالح اقرب است (ماثر عالمگیری) اس عرضی پر سیواجی کی نگرانی موقوف ہوئی اور اس کے بیٹے اور داماد کو پنجہزاری منصب عطا کیا گیا۔ اور ان کے ساتھ بھی مراعات کی گئیں۔ لیکن یہ ہمیشہ سلطنت کے خلاف سازش و بغاوت کرتا رہا۔ آخر بھاگ کر دکن پہنچا۔ اور صوبہ دار دکن شہزادہ معظم کے ذریعے سے بسفارش راجہ جسونت سنگھ پھر معافی چاہی (بعد رسیدن شہزادہ بہ مہاراجہ جسونت سنگھ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را مقرر تم بمنصب سرفراز شود۔ پس از پذیرا شدن ایں معنے پسر مذکور را با پرتاب راؤ نامی کارپرداز جمعیت پنجہزار سوار فرستادہ بود بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطائے فیل یراق مرصع و نیول در صوبہ برار وغیرہ سر بلندی یافت (ماثر الامراء)۔ غرض سیوا اور سنبھا بار بار سازش و بغاوت کرتے شکست کھا کر معافی چاہتے۔ بادشاہ معاف کر دیتا۔ آخر غضب شاہی جوش میں آیا۔ اور عالمگیر نے مرہٹہ سرداروں کا قلع قمع کر دیا۔ سیوا۔ سنبھا۔ سنتا۔ دھنتا۔ رام۔ راجہ کوئی بھی میدان میں نہ رہا۔ سب موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

۷ و ۸ کے جوابات باب دوم میں لکھے جائیں گے

جواب نمبر ۹

اس اعتراض کے متعلق یہ کچھ لکھا جاتا ہے۔ تاریخ پنجاب مصنفہ رائے بہادر کنھیالال سے ماخوذ ہے۔ اگر کہیں اور کسی مضمون یا کتاب سے دلیا گیا تو اسکا حوالہ لکھا جائیگا۔ سکھوں کی تاریخ ابتدا سے عالمگیر کے عہد تک دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ پر سلاطین اسلام نے بے حد احسان کئے اور اس مذہب کے اکابر کی پرورش کی۔ لیکن سکھوں نے ہمیشہ سلطنت کی مخالفت کی

کا زمانہ گرو ہرراے کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ ہندو رسالہ دہرم بیر رقمطراز ہے
گرو ہرراے جی نے دارا کو اسوقت فوجی امداد دی جبکہ عالمگیر کی فوج اسکا تعاقب
کر رہی تھی۔ سکھوں کی فوج نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور اسوقت تک روک
رکھا بنایا۔ کہ دارا شکوہ اسکی زد سے بچ نہ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرو ہرراے جی کو
اورنگ زیب نے طلب کیا۔ لیکن انہوں نے بجائے خود جانے کے اپنے بیٹے رامرائے کو
بھیجا۔ رامرائے دہلی پہنچا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ آپنے اورنگ زیب کے سامنے
جاتے ہی اطاعت کا اقرار کر کے جان بخشی کرالی اور اسکی واپسی پر اسکا باپ
(گرو ہرراے) ناراض ہو گیا۔ اور اسکو حقوق گدی سے محروم کر دیا۔ یہی وجہ تھی
کہ سری ہرکشن جی کو گرو ہرراے کے بعد گرو بنایا گیا۔ لیکن انکا جلد ہی انتقال
ہو گیا۔ اور گدی کے مالک تیغ بہادر جی مقرر ہوئے رامرائے حق تلفی کو برداشت نکر سکا
وہ سخت رنجیدہ ہوا اور اس نے اورنگ زیب کی خدمت میں پہنچ کر انکی درازیکی کوشش
کی کہ گرو تیغ بہادر بھی ہرگوبند اور ہرراے کی طرح مغلیہ حکومت کو نقصان پہنچانیکی
تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور شہنشاہ دہلی کے سخت دشمن ہیں۔ (عبرت مارچ ۱۹۲۲ء)
سردار گیان سنگھ پٹیالوی لکھتے ہیں اورنگ زیب کے عہد میں پہاڑی راجاؤں نے
گرو سے کہا کہ ہم آپ ملکر آزادی حاصل کریں۔ گرو ان کی چالوں میں آ گئے۔
اور طیاری شروع کی۔ ادہر انہی راجاؤں نے شہنشاہ کو اطلاع دی کہ پنجاب
میں ایک باغی نے سر اٹھایا ہے اور ہم کو برباد کرتا ہے۔ بادشاہ نے صوبیدار سرہند
کے نام حکم جاری کیا کہ باغی مذکور کا انسداد کیا جائے۔ اور ہندوؤں کی حفاظت
کیجائے۔ آخر گرو اور شہنشاہی فوج میں جنگ ہوئی۔ چونکہ یہ دسویں گرو ایک فقیر
تارک الدنیا تھے اور ہندوؤں کے بہکانے سے جنگ وجدل پر آمادہ ہو گئے تھے۔
اور اب ہندوان سے علیحدہ ہو گئے۔ (آگے لکھتے ہیں) جب گرو کی طاقت
ٹوٹ گئی تو وہ اپنے دو چھوٹے بچوں کو اور بیوی کو اپنے قدیمی نمکخوار گنگو برہمن
کے ایک مخفی مقام پر سپرد کر کے چلدیے۔ گنگو نے فوراً صوبیدار سرہند کو اطلاع
کر کے ان بچوں کو گرفتار کرا دیا۔ صوبیدار نے ان بچوں کے متعلق اپنے وزرا سے
مشورہ کیا تو محمد خان والئی مالیر کوٹلہ نے کہا کہ یہ بچے بے قصور ہیں۔ لیکن دیوان

سچانند نے کہا کہ مار را کشتن و بچہ اش را نگاہ داشتن کار خردمنداں نیست۔ گرو صاحب نے ایک خط اورنگ زیب کو فارسی نظم لکھ کر معافی چاہی اور اپنے حالات ظاہر کئے تو اورنگ زیب نے نہایت تلطف کے ساتھ جواب لکھا کہ مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ جنگ آپ سے ہے۔ مجھے تو یہ کہا گیا کہ کوئی ڈاکو ہے جو ملک کو تاراج کرتا ہے اسکے بعد اورنگ زیب نے عام حکم جاری کیا کہ گرو صاحب سے کوئی مزاحمت نہ کرے۔ جہاں چاہیں رہیں جو چاہیں کریں۔ (ماخوذ از تاریخ خالصہ) ان دونوں حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ چھیڑ گروؤں کی طرف سے ہوئی۔ بادشاہ نے ابتدا نہیں کی بلکہ اُن کے معافی چاہنے پر اُن پر رحم کر کے ان کی جان بخشی کی اور اون کی آزادی کو بحال کیا۔

آگے واقعات تاریخ پنجاب رائے بہادر کنہیا لال سے ماخوذ ہیں۔ رامرائے نے بادشاہ سے اپنی حق تلفی کی شکایت کی بادشاہ نے ہرکشن کو مع اسکے طرفداروں کے طلب کیا ہرکشن دہلی پہنچ کر بعارضہ چیچک مر گیا۔ (ملخص ص ۲۶) ہرکشن کو عالمگیر نے کس غرض سے طلب کیا۔ اس کے متعلق روایات قدیم و تاریخ سے کوئی تحقیق دستیاب نہیں ہوئی کہ بادشاہ کا کیا ارادہ تھا۔ گمان غالب یہ ہے کہ تحقیقات اور باہمی تصفیہ کرا دینا مقصود ہوگا۔ کیونکہ اگر بادشاہ کو جبر کرنا منظور ہوتا تو ہرکشن کے بعد رامرائے کی گدی نشینی کے لئے سکھوں پر جبر کیا جاتا۔ لیکن بادشاہ نے اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔ اور سکھوں نے تیغ بہادر کو گرو منتخب کر لیا۔ اس کے سوا کوئی دوسری بنا قائم کرنا قیاس صحیح کے خلاف ہے۔

گرو تیغ بہادر

تیغ بہادر ریاست دوست تھا۔ اُس نے فقیری سامان ترک کر کے امیری ٹھاٹھ ڈالے۔ ایکہزار سلح فوج نوکر رکھی۔ کرت پور میں ایک مستحکم قلعہ بنانا شروع کیا۔ رامرائے نے بادشاہ سے عرض کیا کہ باوجود حضور کے پشت پناہ ہونے کے میرا حق مجھ کو نہیں ملا۔ اور تیغ بہادر گرو ہو گیا۔ اُس نے فوج بھرتی کی ہے اور قلعہ بنایا ہے وہ فساد کریگا۔ بادشاہ نے جاسوس مامور کئے جاسوسوں نے بعد

تحقیق بامرائے کے بیان کی تصدیق کی۔ بادشاہ نے تیغ بہادر کو طلب کیا۔ وہ دہلی آیا۔ اور بسفارش راجہ جے سنگھ قرار پایا کہ گرو فوج موقوف کردے۔ قلعہ کی تعمیر بند کردے۔ تیرتھوں کو چلا جائے۔ اپنا طرز فقیرانہ رکھے۔ گرو پٹنہ چلا گیا۔ عرصہ کے بعد دہلی آیا۔ ہزاروں سکھ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ بادشاہ اسوقت دکن کو فوجیں روانہ کرچکا تھا۔ دہلی میں فوج کم تھی۔ امرائے نے بادشاہ سے عرض کی کہ تیغ بہادر پھر آیا ہے۔ اور سکھ جمع کررہا ہے۔ اندیشہ ہے کہ فساد برپا کرے۔ بادشاہ نے گرو کو طلب کیا اور کہا اگر تو ولی ہے تو کوئی کرامت دکھلا۔ گرو نے ایک تعویذ لکھ کر اپنے بازو پر باندھا اور کہا کہ میرا یہ تعویذ جب تک بندھا ہوگا اسپر تلوار نہ بندوق اثر نہ کریگی۔ بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے تلوار ماری گرو کا سر کٹ گیا۔ (ملخص صہ۲۳ تک) تیغ بہادر کے معاملہ میں بھی بادشاہ کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی سلطنت رعایا کو فوج جمع کرنے اور قلعہ بنانیکی اجازت نہیں دیسکتی۔ اور رعایا کا کوئی وہ شخص جس کی نیت غدر کی نہ ہوگی ایسا سامان نہیں کرسکتا۔ بعد معاہدہ گرو کا سکھوں کو جمع کرنا۔ اور وہ بھی دارالسلطنت میں اُس وقت جب کہ دارالخلافہ فوجی قوت سے خالی ہوچکا تھا۔ کیونکر گوارا اور قابل قرار اطمینان دیا جاسکتا ہے جلاد کو حکم دینا یہ محض گرو کے دعوے کی تصدیق کے لئے تھا۔ کیونکہ اُس وقت تک بظاہر کوئی معاملہ ایسا پیش نہیں آیا تھا کہ جس سے بادشاہ کا خیال گرو کے قتل کا ہوتا۔ بادشاہ کیا جس شخص کے آگے کوئی ایسا دعوے کریگا۔ اسکا جی ضرور اُس کی آزمایش کو چاہیگا۔ لیکن رسالہ دھرم بیر کی عبارت سے جسکا حوالہ پہلے مرقوم ہوچکا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرو نے بادشاہ سے سخت کلامی کی۔ اور جواب ناصواب دئے تعویذ وغیرہ کا قصہ نہ تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے (اور وہاں سخت لہجہ میں سوال وجواب کرنا (گروہ کا بادشاہ سے) ہمارے خیال میں قوم کی خدمت نہیں بلکہ اپنی جان پر آفت لانا ہے۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے)

الغرض کوئی صورت ہو بادشاہ کی طرف سے معاملہ کی ابتدا یا تشدد ثابت نہیں ہوتا۔ مفتاح التواریخ ولیم طامس بیل ودیگر کتب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ تعویذ وغیرہ کا قصہ من گھڑت ہے گرو کی حاضری سے اگلے دن بادشاہ نے گرو کے قتل کا حکم دیا اور اسکا باعث

گرو گوبند سنگھ

تیغ بہادر کے بعد گوبند سنگھ گدی نشین ہوا۔ اور اس فکر میں رہنے لگا
کہ اپنے باپ کا بدلہ اورنگ زیب سے لے۔ اُسنے ماکھوال میں سکونت کی اور ایک قلعہ بنایا
دن رات فراہمی لشکر اور خزانہ کی فکر میں رہتا (ملخص ص۴۵) بہت سی فوج جمع ہوگئی
خالصہ جی جسطرف جاتے ہزاروں روپے کا نقد و جنس غارت کر لاتے۔ چونکہ چاروں
طرف پہاڑی راجوں کا ملک تھا۔ راجگان کوہی سکھوں کے ہاتھ سے تنگ آگئے۔
اور سب نے ملکر پے درپے خطوط گرو کے نام لکھے کہ اپنے لشکر کو ہمارے ملک کی غارت
سے باز رکھو۔ ورنہ جنگ ہوگی۔ گرو نے اُن کے خطوط پر کچھ خیال نہ کیا اور کہا گرو کا
لشکر کسی سے رُک نہیں سکتا۔ آخر جب پہاڑی راجے تنگ آگئے تو سب فوجیں لے کر
گرو پر چڑھ آئے۔ مگر شکست کھائی۔ راجوں کی فوج بھاگی سکھوں نے اُن کا تعاقب
کیا بے شمار قتل کر ڈالے۔ مال نقد جنس بہت سا لوٹ میں لائے سب راجے دب گئے
خالصہ جی کا لشکر جدہر جاتا گاؤں کے گاؤں علاقے کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ پہاڑی
راجے اطاعت پر مستعد ہوگئے۔ اور چاہا کہ گرو کا سالانہ نذرانہ بطور گروؤں کے یعنی
جسطرح فقرا راجوں سے لے لیتے ہیں لے لیا کریں۔ مگر ہمارے علاقہ میں لوٹ مار نہ کریں
یہ بات گرو نے منظور نہ کی تو سب راجوں نے ایک عرضی عالمگیر کو لکھی بادشاہ نے جب اسکا
حال سُنا غضبناک ہوا اور صوبیداران لاہور و سرہند کے نام فرامین جاری کئے کہ فوج
لیکر پہاڑی راجوں کی مدد کرو اور اُن کا علاقہ و مال جسقدر گوبند سنگھ نے دبا لیا ہے
واپس کرا دو اور گرو کو گرفتار کرکے پیش کرو۔ اُس کا مال نقد و جنس جسقدر ہو
ضبطی میں لا کر سرکاری مال سمجھو۔ صوبیدان لاہور و سرہند لشکر کثیر لے کر پہاڑی
راجوں کے لشکر سے جا ملے۔ اور گرو کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ (ملخص ص۳ تک) ایک دن
گرو بھی قلعہ سے چھپ کر بھاگا۔ اور قصبۂ بہلولپور ضلع لدھیانہ میں اپنے اوستاد
قاضی پیر محمد کے یہاں ٹھیرا۔ وہاں سے چلکر قصبۂ ماچھی واڑہ میں ٹھیرا۔ گلابا
کھتری کے یہاں ٹھیرا۔ گلابا نے ایک بکرا نذر کیا۔ جس کو گرو نے جھٹکا کرکے
کھایا۔ اور اُس کی ہڈیاں مسجد میں پھینکر صبح ہی وہاں سے چلدیا۔ جب نماز

گلاا یاسے دریافت کیا کہ یہ حرکت کسنے کی۔ اُسنے کہا میرے مہمان نے ایسا کیا ہے
مُلّانے حاکم کو اطلاع کی۔ حاکم نے گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ گرو ایک جنگل میں
چھپ رہا۔ اتفاقاً ایک دن اُس سکھ کے ساتھ کا ایک گاؤں کی آبادی کے قریب جانکلا
ملانے اُس کو پہچان کر گرفتار کر لیا۔ سکھ نے مقابلہ کیا ملا کو مارا۔ ملا کی مدد کے لئے چند
مسلمان آگئے سکھوں نے اُن پر پتھر برسائے حاکم کو خبر ہوئی۔ حاکم نے سکھ کو گرفتار
کرا کر قتل کرا دیا۔ گرو وہاں سے بھاگ کر کوٹ کپورا پہنچا۔ وہاں کے حاکم کو خبر ہوئی
اُسنے فوج مامور کی۔ گرو اُسکی فوج سے لڑا۔ آخر جنگل جنگل پھرتا پھرتا تنگ آگیا
تو عالمگیر کو ایک عرضی لکھی اسمیں بہت عاجزی سے لکھا کہ میں ایک فقیر ہوں بادشاہ
کے شایان شان نہیں کہ ایک فقیر کے خون کے درپے ہوں۔ میری سب اولاد ماری گئی
گھر بار لُٹ گیا۔ اب میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔ جہاں بیٹھ کر یاد الٰہی کر سکوں۔ بادشاہ
اگر معاف کر دے تو آئندہ قصور نہ ہوگا۔ بادشاہ نے اس عرضی پر حکم دیا کہ اگر گوبند
سنگھ فقیرانہ طور پر رہنا چاہتا ہے تو کوئی اُس کا مزاحم نہ ہو۔ اب گرو نے کوٹ کپورا
میں سکونت اختیار کی۔ عالمگیر بیمار ہوا تو پھر سکھ جمع ہوئے۔ کوٹ کپورا کے حاکم نے
گرو کو بلا کر کہا کہ دیکھو بہتر یہی ہے کہ تم فقیر بنے رہو۔ اگر ذرا ہاتھ پاؤں نکالے تو
آفت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ گرو نے سوچا کہ میرے سکھ جمع تو ہو جاتے ہیں۔ مگر جب
تلوار کا سامنا ہوتا ہے تو بھاگ جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تنہا مجھ پر آفت آئے
چونکہ کوٹ کپورا کا حاکم گرو سے بدظن ہو چکا تھا۔ اسلئے گرو نے دمدمے کو نقل سکونت
کی۔ اور وہاں سے دکن آیا۔ (ملخص تا ۵۶)

اس تمام بیان کو پڑھنے کے بعد کوئی انصاف پسند بادشاہ کو الزام
نہیں لگا سکتا۔ سکھ گروؤں کے متعلق صحیح تاریخی تحقیق صرف اس قدر ہے کہ شہزادہ خسرو م

اورنگزیب کی رواداری

یہاں تک جسقدر مضامین لکھے گئے ہیں اُن سے عالمگیر کی عدالت
و رواداری اچھی طرح ثابت ہوگئی۔ لیکن اس خاص عنوان کے تحت میں بھی چند
محققین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ کپتان ہملٹن جو اورنگ زیب کے زمانہ میں بطور

سیاحت آیا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے برت رکھتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں۔ جیسے کہ اگلے زمانہ میں کرتے تھے۔ جب کہ بادشاہت خود اُن کی تھی۔ (آگے لکھتے ہیں) پارسی بھی اپنی مذہبی رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائیں۔ اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ (آگے شہر سورت کے حال میں لکھتے ہیں)۔ اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے اِن کے اعتقادات وطریق عبادت کے متعلق نہیں ہوتے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے معبود کی پرستش کرے (سفرنامہ ڈاکٹر جیملی کریری اٹالین سیاح (اورنگ زیب سے ملا تھا) لکھتا ہے اورنگ زیب کے فوج کے عیسائی افسروں نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔ اور اونہوں نے کہا کہ اس بادشاہ کی ملازمت اِک طرح کی مسرت ہے۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کیجاتی۔ فوج میں رومن کیتھلک والوں کا ایک گرجا تھا جس میں دو پادری مذہبی خدمت انجام دیتے تھے۔ (سفرنامہ) عالمگیر نے اپنی رعایا کو عام اجازت دے رکھی تھی کہ علی الاعلان اپنے مذہب کے مواقع اپنے معبودوں کی پرستش اور اپنے معبدونکو آباد کریں (واقعات ہند)

اورنگ زیب کی حکومت کے متعلق محققین کی رائیں

لالہ گردھاری لال لکھتے ہیں "آن شاہ والا گہر در شیوۂ جہانداری بادشاہ عادل بود" (تاریخ ظفرہ) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں "ہندوستان میں جسقدر فرمانروا گذرے ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ جفاکش بہادر کفایت شعار غیر متعصب منصف مزاج بادشاہ اورنگ زیب تھا۔ (پیسہ اخبار ۲۶ دسمبر ۲۶ء)

اوڈنگٹن کی رائے ہے کہ مغل اعظم (عالمگیر) عدل کا دریائے اعظم ہے جیسے نلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارش۔ امارت منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی

سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔ (لین پول) ڈاکٹر کاربری جس نے اورنگ زیب کو سنہ ۱۶۹۵ء میں دکن میں دیکھا تھا اس کے متعلق اس ہی قسم کے الفاظ لکھتا ہے۔ آگے لکھتا ہے۔ سیاح جس وقت اوس کے زمانہ شہنشاہیت کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس کے عہد حکومت میں ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں۔ اُس کے دربار میں کوئی آدمی نہ چغلی کہا سکتا تھا نہ جھوٹ بول سکتا تھا۔ وہ سب کی فریاد سُنتا تھا۔ روپیہ سے مفلسوں کی امداد کرتا تھا۔ تخت نشینی کے کچھ ہی دنوں بعد قحط پڑا تو اُس نے رعایا کی بڑی امداد کی۔ غریبوں کو اُسنے کھانا دیا اور تقریباً اسّی قسم کے محصول معاف کر دئے۔ انتظام سلطنت بھی اُسکے زمانہ میں عمدہ تھا۔ (تاریخ ہند) بادشاہ اپنے بیٹوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا تھا۔ جیسا کہ وہ دوسرے امیروں کے ساتھ کرتا تھا وہ ذرا بھی رعایت نہ کرتا تھا۔ (تاریخ ہند) وہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اُسکا طرز معاشرت قابل تعریف تھا۔ وہ عیش و عشرت سے نفرت کرتا تھا۔ سلطنت کی دولت کو اپنے آرام کے لئے بالکل صرف نہ کرتا تھا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر بسر اوقات کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے آرام کی بھی زیادہ فکر نہ کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتا تھا۔ (تاریخ ہند) عالمگیر عدل و انصاف کا پتلا تھا۔ ایک دفعہ شاہزادہ کام بخش اسکے چھوٹے بیٹے کے کوکے پر قتل کا الزام قایم ہوا۔ عدالت نے تحقیقات کرنی چاہی۔ شہزادہ نے اپنے کوکہ کی حمایت کی۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ شہزادہ کو مع کوکہ کے گرفتار کر لیا جائے (واقعات ہند)۔ وہ (عالمگیر) بہادروں کا بھی قدردان تھا۔ راجہ روپ سنگھ داراشکوہ کی فوج کا افسر اورنگزیب کے ہاتھی کے پاس گھوڑے سے اُتر کر جلادت و بہادری کا کام کرنے لگا۔ اورنگ زیب نے اسکی یہ بہادری دیکھ کر اپنے نوکروں کو اُس کے قتل کرنے سے منع کیا اور زندہ پکڑنیکا حکم دیا۔ (واقعات ہند) بھانپورہ (مالوہ) کا راجہ بھوپال سنگھ مسلمان ہوا۔ عالمگیر نے اُس کو بہت سا انعام دیا لیکن اُسکا بیٹا مسلمان نہ ہوا۔ اور اُس کے بیٹے نے دیگر اہل خاندان کی مدد سے بھوپال سنگھ کو ریاست سے نکال دیا۔ بھوپال سنگھ عالمگیر کے پاس پہنچا۔ عالمگیر نے اُس کی

بڑی مدارات کی۔ لیکن اُس کے بیٹے کو کچھ تنبیہ نہ کی۔ نہ اُس کو راج سے برطرف کیا۔ (واقعات ہند) پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں وہ پاک دامن اور پرہیزگار تھا۔ اُسنے بہت سادہ زندگی بسر کی۔ ٹوپیاں بناکر فروخت کرتا تھا۔ کبھی قرآن شریف لکھ کر فروخت کرتا تھا۔ گانے ناچنے وغیرہ سے اُس کو نفرت تھی۔ وہ بڑا بہادر اور ہمت والا تھا۔ (دلیران تاریخ ہند) عالمگیر خود ممنوعات سے پرہیز کرتا تھا اور دوسروں کو جو اُس کے گرد تھے باز رکھتا تھا (لین پول)

سُلطان حیدر علی

اِس سلطان پر تین الزام ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ مجہول النسب تھا۔ (نمبر ۲) اُس نے سلطنت غصب کی۔ (۳) متعصب تھا۔

جواب نمبر (۱)

حسب و نسب کی بحث اور نظائر اس کتاب میں پہلے لکھے جا چکے ہیں اب اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ سلطان حیدر علی صحیح النسب۔ نجیب الطرفین سید تھے۔ اُنکا نسب نامہ یہ ہے۔

حیدر علی بن شیخ فتح محمد بن علامہ محمد علی بن ولی محمد بن حسن بن یحییٰ شریف مکہ معظمہ المتوفی ۸۷۵ھ ہجری۔ حسن بن یحییٰ کے بعد عہدۂ شرافت مکہ معظمہ داؤد پاشا ترکی گورنر نے سید عبدالملک کو عطا کیا۔ اس لئے احمد شکستہ خاطر ہوکر یمن کو نقل سکونت کر گئے۔ سلطان یمن نے اُن کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اور اپنی بیٹی بیاہ دی۔ ہندوستان میں اول حسن بن ابراہیم آئے۔ اور مشہور خاندان سادات متولی درگاہ خواجۂ اجمیری کی دختر سے نکاح کیا۔ علامہ محمد علی سے سید معصوم شاہ سجادہ نشین گلبرگہ نے اپنی دختر کا نکاح کیا۔ حیدر علی کی بیوی ٹیپو سلطان کی والدہ عرف فخر النساء میر معین الدین گورنر آلدیا کی دختر تھیں۔ لارڈ ویلزلی نے سلطان ٹیپو کے متعلق لکھا

جواب نمبر (۲)

ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ میں اکثر سلطنتیں جبر و غصب ہی سے ملتی آئی ہیں۔ سلطنت کے معاملہ میں یہ امر قابل اعتراض نہیں۔ رچرڈ دوئم کو اُس کے چچازاد بھائی ہنری چہارم نے تخت سے بیدخل کر کے اپنا قبضہ جمایا۔ ایڈورڈ پنجم کو اُس کے چچا ڈیوک آف گلوکسٹر نے بیدخل کر کے قبضہ کر لیا۔ (تاریخ یورپ) لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں۔ آخری بادشاہ نند دوسری پیڑھی میں ایک نائی کی اولاد بتایا جاتا ہے جسنے وقت کی رانی سے یاری کر کے تخت و تاج حاصل کر لیا تھا (تاریخ ہند) سندھ کی راجہ ساہسی کے میر منشی رام کے پاس ایک نوجوان پنڈت چچ بن سلایچ تھا۔ جس کو چاروں ویدوں پر عبور تھا۔ جب رام مرگیا تو چچ اسکا قایم مقام ہوا راجہ کی بیوی سیہ دیوی کی چچ سے دوستی ہو گئی۔ اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ راجہ ساہسی دفعتہً مرگیا۔ سیہ دیوی نے راجہ کے تمام اہل خاندان کو ایک مکان میں بند کر کے قتل کرا دیا۔ اور چچ کو تخت نشین کر کے اُس سے شادی کر لی۔ اس چچ کے ایک بیٹا داہر اور ایک بیٹی مائی تھی۔ اور دوسرا بیٹا ہرسیہ تھا۔ داہر نے اپنی بہن مائی سے شادی کر لی۔ اس سے راجہ کے ایک بیٹا ہوا۔ جسکا نام جے سیہ تھا۔ (ماخوذ از چچ نامہ و تاریخ سندھ معصومی و واقعات ہند)۔ راجہ کیدر اج کے سپہ سالار جے چند نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ (تاریخ ہند)

سُلطان حیدر علی کی واقعات

ریاست میسور میں حیدر علی چھوٹی سی خدمت سے ترقی کرتے کرتے فوج کا ذی اقتدار افسر بن گیا تھا۔ نندراج وزیر میسور نے راجہ میسور کو بے اختیار کر دیا۔ اور اس کو تکلیفیں دیں۔ تو راجہ اور رانیوں نے حیدر علی سے مدد کی درخواست کی۔ حیدر علی نے اپنے زور قوت سے نندراج کو برطرف کر کے راجہ کو اُس کے پنجۂ ستم سے رہائی دلائی۔ راجہ نے حیدر علی کو سپہ سالار اعظم کر دیا۔ حیدر علی کی سفارش سے نندراج کی جگہ کھانڈے راؤ وزیر بنایا گیا۔ حیدر علی نے راج کی خدمات وفاداری

اور جاں نثاری سے ادا کیں - ریاست کو مرہٹوں کی دست برد سے محفوظ رکھا۔ خود سر زمینداروں کو مطیع کیا۔ اِن تمام واقعات سے حیدر علی کا اقتدار و اثر بڑھ گیا اور راجہ و رانیاں سب اُس کی ممنون احسان ہوگئے۔ اور ہر بات میں اُس کا کہنا چلنے لگا۔ کھانڈے راؤ کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اُس نے راجہ اور رانیوں کو حیدر علی کی طرف سے بھڑکانا شروع کیا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ قرار پایا کہ مرہٹوں سے مدد لیکر حیدر علی کا استیصال کیا جائے۔ حیدر علی کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ اور اُس نے دیکھا کہ اُس کی جان اور عزت خطرے میں ہے تو اُس نے نہایت عجلت کے ساتھ کھانڈے راؤ کا قلع قمع کرکے ریاست پر قبضہ کرلیا۔ اور راجہ کو آرام و عیش کے لئے مناسب اعزاز و دولت کے ساتھ چھوڑ دیا۔ (واقعاتِ ہند)۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ حیدر علی نے جاں نثاری وفاداری کی۔ راجہ اُس کی جان اور عزت کا گاہک ہوگیا۔ مجبوراً اُس نے ریاست پر قبضہ کیا مگر راجہ کی نہ توہین کی نہ اُس کو تکلیف دی۔ مسٹر ڈپٹی لال ننگم لکھتے ہیں۔ میسور کے نابالغ راجہ کرشن راج کو ننجراج کی سرپرستی میں سخت تکلیف پہنچی۔ اور بیوہ رانی نے اس بات کی کوشش کی کہ ننجراج کی غلامی سے نکلنے کے لئے حیدر علی سے سانٹھ گانٹھ کرلی جائے (سوانح عمری حیدر علی)

جواب نمبر (۳)

حیدر علی نے نہ کوئی مندر ڈھایا۔ نہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا۔ نہ ہندوؤں پر ظلم و ستم کیا۔ بلکہ وہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ (واقعاتِ ہند) حیدر علی صرف بہادر سپاہی نہ تھا۔ بلکہ سلطنت کے کام میں بھی بخوبی ماہر تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام برہمن کرتے تھے اور وہ اُن پر اعتماد کرتا تھا۔ اس میں تعصب کی بو بھی نہ تھی۔ وہ آدمیوں کو قابلیت دیکھ کر انہیں نوکری دیتا تھا۔ ہندو مسلمانوں میں تمیز نہ کرتا تھا۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) ۔ حیدر علی نے ایک برہمن کو کورگ کی مالگذاری وصول کرنے پر مامور کیا۔ (ص ۳۲) شاما برہمن کو تعلقدار کیا۔ (ص ۳۷) اگرچہ کھانڈے راؤ کے ساتھ پالا پڑنے سے اُس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ برہمن دغاباز

ہوتے ہیں پھر بھی اُس کو مالگزاری کا انتظام اس ناقابل۔ اور غیر معتبر قوم کے سپرد کرنا پڑا۔ (ص ۵۹) حیدر علی میں تعصب نام کو بھی نہ تھا۔ (ص ۵۵ سوانح عمری حیدر علی ڈپٹی لال لنگم) پورنیا اور کشن راؤ حیدر علی کے وزیر تھے (سوانح عمری ٹیپو۔ مصنفۂ ڈپٹی لال لنگم)۔ مخالف حیدر علی میں چاہے جتنے نقص بتائیں۔ اور اُس کے سبب جو چاہیں سو من گھڑت باتیں بنائیں۔ لیکن اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ بہت سے اوصاف کا مجموعہ معلوم ہوگا۔ (سوانح عمری حیدر علی)۔ حیدر علی نہ کٹر بے رحم تھا نہ جلد باز تھا۔ اپنی سلطنت میں شراب کی خرید و فروخت بند کردی تھی۔ اُسکا وزیر اعظم پورنیا نام ایک برہمن تھا۔ (دلیران تاریخ ہند)

سلطان ٹیپو

اِس سلطان پر تین اعتراض ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ متعصب تھا (۲) اُسنے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا۔ (۳) اُسنے مندر منہدم کیئے۔

جواب نمبر (۱)

ٹیپو بھی اپنے باپ کیطرح بہادر اور غیر متعصب تھا۔ وہ ہندوؤں کی دلداری کے لئے کوشش کرتا تھا۔ مگر اصلاحی معاملات میں نہایت سخت تھا۔ وہ بروقت رواجِ اصلاح سخت دھمکیاں دیتا تھا۔ (واقعات ہند) پورنیا برہمن حیدر علی و ٹیپو کے زمانہ میں وزیر تھا۔ (تاریخ ہند ایشوری پرشاد) جن افسروں کا مجمع اسکی گرد رہتا تھا اُن میں سے ایسے افسر بہت کم تھے جن پر اُس کو کلی اعتماد تھا۔ صرف ایک ہندو جسکا نام پورنیہ برہمن تھا۔ اُس کے اندرونی راز سے واقف تھا۔ (سوانح عمری ٹیپو مصنفۂ ڈپٹی لال لنگم)۔ ٹیپو نے صلح کی شرطیں پیش کیں (انگریزوں سے) اور ایک برہمن کو بھیجا۔ (سوانح عمری ٹیپو)۔ ایک برہمن پورنیا۔ اُس کی گفتگو میں شریک ہوا کرتا تھا۔ سلطان کو اپنے افسروں پر بہت کم اعتبار تھا۔ (لیون بی بورنگ)

جواب نمبر (۲)

ٹیپو نے کبھی کسی کو اس لئے نہیں ستایا کہ وہ مذہب بدل ڈالے

(واقعات ہند) جن خاندانوں کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے بجبر مسلمان کیا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ اُن کے زمانہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے (پریچنگ آف اسلام) یہ معاملہ کہ ٹیپو نے کچھ لوگوں کو بہ جبر مسلمان کیا صرف اس قدر صحیح ہے کہ پرتگیزوں نے بجبر کثیر التعداد مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا تھا۔ جب ٹیپو اُس ملک کا مالک ہوا تو اُن کو بلایا وہ بطیب خاطر مسلمان ہو گئے۔ اور اُن کا نام محمدی قرار پایا۔ چنانچہ مسٹر ڈپٹی لال نگم بی۔ اے لکھتے ہیں "چونکہ اسلام کا شیدائی اور مذہب کا پکا تھا۔ وہ ساحل کے تیس ہزار عیسائی باشندوں کو مسلمان بنانیکی غرض سے اپنے ساتھ میسور لے آیا۔ اصل بات یہ ہوئی کہ پرتگیزوں نے تجارت کے بہانے سے مغربی ساحل پر بستیاں آباد کر لی تھیں۔ اور اونہوں نے مسلمانوں کو مذہبی تلقین کرنے اور رواج دینے سے روکدیا تھا اور ہندوؤں کو اپنے علاقہ سے جلا وطن کر دیا۔ اس لئے بعد میں جو لوگ رہ گئے اُن کو عیسائی بنا لیا (سوانح عمری ٹیپو) اُس نے حکمدیا کہ تمام عیسائیوں کے مکانات شمار کرو۔ اور پھر اپنے معتبر افسروں کے ہمراہ سپاہی بھیجے جنہوں نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ساٹھ ہزار مرد عورتوں کو ساتھ لیا۔ اور درگاہ عالی میں لا کھڑا کیا۔ ان کو دار السلطنت میں بھیجدیا۔ اور پانچ پانچ سو مردوں کے علیحدہ دستے بنا کر مسلمان کیا گیا۔ اس کے بعد افسران نے ان کو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لئے بھیجدیا۔ جب یہ لوگ مذہب اسلام سے مشرف ہوئے تو ان کا لقب احمدی قرار پایا۔ اور اسی وقت یہ فقرہ زبان زد خلایق تھا کہ۔

"خدا مذہب احمدیہ کا نگھبان اور محافظ ہے" (سوانح عمری ٹیپو)۔ پرتگیزوں نے جن مسلمان خاندانوں کو بجبر عیسائی بنایا تھا ٹیپو کے حکم سے وہ بخوشی مذہب اسلام میں لوٹ آئے۔ (واقعات ہند)۔

جواب نمبر (۳)

ٹیپو نے کسی مندر کی توہین نہیں کی بلکہ وشنو کے مندر کو جاگیر دی۔ (واقعات منذر) ہندو فاضل مسٹر شرما لکھتے ہیں کہ سرنگا پٹم میں جو ٹیپو کا پایہ تخت تھا۔ محلات شاہی کے کھنڈروں کے قریب ایسے مندر موجود ہیں۔ جن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگیری مٹھ ہندو پجاریوں اور ودیارتھیوں کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت کے وقت اس مٹھ کی امداد کی تھی۔ شملہ کوٹہ میں وشنو کا جو مندر ہے اس میں دو چاندی کے برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے۔ کہ یہ برتن سلطان ٹیپو کی طرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیئے گئے (ہندوا خبار کرم ویر) اگر ٹیپو سلطان مندروں کو ڈھاتا تو سب سے پہلے اس وشنو کے مندر کو منہدم کرتا۔ کیونکہ یہ اس کے محل کے قریب ہے۔ ڈپٹی لال نگم لکھتے ہیں وشنوجی کا پرانا مندر مسلمان سلطان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کو تمسخر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ (سوانح عمری ٹیپو)۔ سرنگا پٹم میں وشنو کا مندر اب بھی مسلمان غاصب بادشاہ کے ایوان کو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ (لیون بی بورنگ)۔ اس تعصب کا کیا ٹھکانا ہے کہ ہنری چہارم ڈیوک آف گلوکسٹر راجہ نند راجہ جے چند کو غاصب نہ کہا جائے اور ٹیپو کو غاصب لکھ کر پکارا جائے۔

ٹیپو کے متعلق محققین کی رائیں

مورخ اسپر بہتان لگاتے ہیں۔ اور اس کو سنگدل ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی بے رحمیاں اس کے سر تھوپتے ہیں (صـ۲۲) وہ حلیم و خوش مزاج تھا۔ (صـ۵۸) ٹیپو ایسا باحجاب تھا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے اس کے پاؤں کے ٹخنوں اور کلائیوں کے سوا جسم کا کوئی اور حصہ دیکھا۔ وہ جب غسل کرتا تھا تو اپنا جسم سر سے پاؤں تک چھپا لیتا تھا (صـ۵۸)۔ ٹیپو کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ نرم بچھونے کی بجائے ٹاٹ پر سویا کرتا تھا۔ اور کھانا کھاتے ہوئے مذہبی کتابیں سنا کرتا تھا اس کی زبان سے فحش کلمے نکلتے ہوئے کبھی نہیں سنے۔ (صـ۵۹ سوانح عمری ٹیپو مصنفہ

ونکس اور بورنگ نے اپنی کتابوں میں سلطان کے ان اخلاق حسنہ کا قریب قریب یہی تذکرہ کیا ہے۔

ڈپٹی لال) وہ مہذب رحمدل۔ فیاض۔ رعایا پرور۔ کفایت شعار۔ بہادر تھا۔ لیکن اُس کی جنگ جویانہ خصلت سے ضرور خیال ہوتا ہے کہ یہ اُس کے ظاہری اخلاق تھے اگر وہ ہندوستان پر مسلط ہو جاتا تو ضرور غیر مسلموں پر ظلم کرتا۔ (واقعات ہند) یہ آخری فقرات مؤرخ کے ذاتی الہامی ہیں۔ اس طرح ایسے خیالات کا اظہار منصف مزاج موٴرخ کا کام نہیں ہے۔ پروفیسر جالسر لکھتے ہیں (میری نظر میں ٹیپو کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ باوجود طاقت ہونے کے اسمیں عفو و درگذر کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ عورتوں سے اُسکا سلوک نہایت شریفانہ تھا۔ (آگے لکھتے ہیں) اُسکی پالیسی میں

اشاعتِ اسلام

اسلام نے اپنی اشاعت کا طریقہ قرآنِ مجید میں اس طرح تعلیم کیا ہے کہ لوگوں کو عمدہ نصیحتوں کے ذریعہ سے اسلام کی طرف ترغیب دو۔ جبر کے متعلق قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ دین میں جبر نہیں۔ اسلام میں جبر کرنا جائز نہیں ہے۔ مسٹر ایچ۔ ڈی۔ سینٹ ہلیر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اسلام [illegible] سختی سے مذہب اسلام پر منجملہ ان جھوٹے الزاموں کے ایک الزام ہے جو غیر مذہب نے ناانصافی سے اسپر کیا ہے۔ یا وہ مذہب اسلام سے ناواقفیت میں یا دیدہ و دانستہ [illegible] کرنے میں۔ ہندو فاضل مسٹر ٹی۔ ایل۔ واسوانی لکھتے ہیں جو لوگ مذہب اسلام کو متعصب [illegible] ہیں ان سے میں نہایت ادب سے التماس کرونگا کہ وہ محمد کے پیغام کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں صریح طور پر فرمایا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّين (دین میں زبردستی نہیں)۔ (الامان جون ۲۵ء) اسلام کی اشاعت سلطنت و سلاطین کے ذریعے سے نہیں ہوئی۔ بلکہ علماء اور فقراء کے ذریعہ سے ہوئی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب دی پریچنگ آف اسلام میں نہایت وضاحت کے ساتھ ہر ہر حصہ ملک کے متعلق ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اشاعت فلان فلان بزرگ درویشوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمود عالمگیر پکے مسلمان تھے۔ مذہب کے دلدادہ تھے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جبراً لوگوں کو مسلمان بنایا۔ جو مذہب کا پکا ہوگا جو مذہب کا دلدادہ ہوگا۔ اسکا عمل ہدایاتِ مذہب کے موافق ہوگا۔ جب شرعاً اسلام میں جبر نہیں ہے تو محمود و عالمگیر نے کیوں جبر کیا ہوگا۔ محمود اور عالمگیر کا جبر کرنا

اگر ان کو ایک دنیادار بادشاہ تسلیم کیا جائے تو بھی غلط۔ کیونکہ ایک دنیادار والی ملک ہر طرح رعایا کی تالیف قلوب کرتا ہے۔ جبر نہیں کرتا ہے اگر دیندار مانا جائے تو دین کی ہدایت کے خلاف جبر نہیں کیا ہوگا۔ (دوسرے مقامات کیطرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت رعایا اقوام پر کوئی مذہبی جبر نہیں کیا گیا۔ (مسٹر چینی لال ایم اے) برہمن آباد پر جب اہل عرب قابض ہوئے۔ (محمد بن قاسم) تو ہندؤں کو مندروں کی مرمت کو بھی اجازت دیدی اور کسی کو مذہبی پیروی سے نہیں روکا۔ (الیٹ جلد اول) ان لڑائیوں میں (محمد بن قاسم کی) نہ کوئی مندر ڈھایا گیا۔ اور نہ کوئی زبردستی مسلمان بنایا گیا۔ بلکہ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے مندروں کی مرمت کرائی۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء مضمون لالہ منوہر لال) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اوس نے (محمود نے) سوائے جنگ کے ایک ہندو کو بھی قتل کیا ہو۔ (تاریخ ہند کلارک مارشمین)

جس طرح یہ غلط ہے کہ محمود نے ہندؤں کو اس لئے قتل کیا کہ وہ ہندو تھے۔ اسیطرح یہ بھی غلط ہے کہ اس نے کسی کو جبراً داخل اسلام کیا ہو۔ (واقعات ہند) ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں " اورنگ زیب کے عہد کی تاریخوں میں بجبر مسلمان کرنیکا کہیں ذکر نہیں (پریچنگ آف اسلام)۔ اورنگ زیب کی بیوی شاہزادہ معظم کی والدہ ہندو مذہب کی تھی۔ ان پر کبھی تبدیل مذہب کے لئے زور نہیں ڈالا (واقعات ہند) عالمگیر نومسلموں کی امداد میں بے تعداد روپیہ خرچ کرتا تھا۔ مگر کبھی مذہب بدلنے کے لئے مجبور نہ کرتا " (واقعات ہند) الگزنڈر ڈاؤ لکھتے ہیں " اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں نومسلموں کے ساتھ کھلے ہاتھ فیاضی کی۔ لیکن اوس نے غیر مذہب کے لوگوں پر سختیاں نہیں کیں " (تاریخ ہندوستان جلد سوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں " اسیطرح تعصب و اشاعت اسلام کا الزام اورنگ زیب عالگیر پر ہے۔ جو بالکل بے بنیاد ہے اور تعصب آلود الزام ہے۔ اور نگ زیب نے مندروں کو جاگیریں دیں۔ اس کے بڑے بڑے عہدہ دار ہندو تھے " (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) ہندو رسالہ دہرم ویر رقمطراز ہے کہ " تمام ہندوستان کی تاریخ کی پڑتال کرو اورنگ زیب کے حالات اول سے آخر تک پڑھو اور اس کے عہد کے واقعات کو بغور مطالعہ کرو کہیں نظر نہ آئیگا کہ اوس نے کوئی ایسا حکم دیا " (جبراً مسلمان کرنیکا) نہ تو مسلمان مورخ نے اسکا

* جنتے اپنی ہندو رعایا کو جبر مسلمان بنایا گیا سب جھوٹ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں سے اسکے تعلقات بہت دوستانہ رہے (آگے لکھتے ہیں) اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم الپ ہندو تھا [illegible] کیا گیا تھا۔ اس نے [illegible] ہندوؤں کے ہاتھوں دیدیا (آگے لکھا ہے) [illegible] سلطان کی [illegible] مسجدوں کی تعمیر [illegible] سلطان کی فتح [illegible] اور رواداری کا ثبوت ہیں (ملخصاً) [illegible] (واقعات ہند)

ذکر کیا ہے۔ یوروپین سیاحوں نے کہیں لکھا۔ حتیٰ کہ مسٹر نکولاس منوچی (جو شاہجہاں
سے لے کر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا۔) جس نے اورنگ زیب کی ہر چھوٹی
سے چھوٹی حرکت کو بھی تحریر کرنے سے نہ چھوڑا۔ اُس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا
نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ (رسالہ عبرت مارچ ۲۳ء سے نقل کیا گیا) اگر شاہانِ
اسلام لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے تو جن جن حصصِ ممالک پر مسلمانوں کا زیادہ عرصہ قبضہ
رہا ہے۔ وہاں ہی زیادہ مسلمان ہوتے۔ دکن پر آجتک (الحمدللہ) مسلمانوں کا قبضہ ہے مگر
دکن میں مسلمانوں کی تعداد دس بارہ فیصدی سے بھی کم ہے۔ راجپوتانہ پر مسلمان برابر
کبھی مسلمان قابض نہیں ہوئے لیکن مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔ اخیر دورِ سلطنتِ
مغلیہ تک ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ سے کچھ زائد ثابت ہوتی ہے اب
آٹھ کروڑ ہے۔ یہ چھ کروڑ کا اضافہ سلطنتِ مغلیہ کے بعد انگریزوں کے عہد میں ہوا
لالہ ہنسراج نے یوم شردھانند میں لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ "پچھلی مردم شماری
میں دس سال کے عرصے میں مسلمانوں کی تعداد تین لاکھ بڑھ گئی۔ اور ہندوؤں کی تعداد
سات لاکھ کم ہو گئی۔ (مدینہ جنوری ۱۹۲۷ء) سب سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد میں
اضافہ سلطنتِ اسلامیہ کے خاتمہ کے بعد ہوا۔ بزورِ شمشیر اشاعتِ اسلام کا دعوےٰ کرنے والے
بتلائیں کہ اس عہد میں کون تلوار سے دھمکا دھمکا کر مسلمان بنا رہا ہے۔ ڈاکٹر لیبان لکھتے
ہیں کہ ہند میں اسلام کے سُرعت سے پھیلنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس مذہب میں اعلیٰ درجہ
کی مساوات ہے ہندو جو ذات پات کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں اس موقع کو غنیمت سمجھ کر
جوق جوق پیغمبر اسلام کی حمایت میں داخل ہو گئے (آگے لکھتے ہیں) جوں جوں تمدن میں
ترقی ہوتی جاتی ہے اور خیالات روشن ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام کے پیرو بڑھتے جاتے ہیں۔
ہند میں اسلام کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ یہ دھیمی چال سے چپ چاپ بلا شور و آواز اب
بھی جاری ہے۔ (تمدن ہند) اسلام کا داخلہ بھی ہندوستان میں فاتحین کے ذریعہ
سے نہیں ہوا۔ بلکہ ہندوستان میں اسلام رسُول مقبول کے عہد میں آ گیا تھا شہر کرنگلور
(علاقہ مالابار) کا راجہ سامری اول مسلمان ہوا اس راجہ کا تذکرہ مالابار مینول و مالابار
رپورٹ مرتبہ لالہ ہنسراج میں بھی ہے۔ بابو مکٹ بہاری لال نے اپنی کتاب گورنمنٹ ہند
کے صفحہ ۹ پر اس راجہ کا ذکر کیا ہے۔ مسٹر دیبی لال نگم نے سلطان حیدر علی کی سوانح عمری

میں اس راجہ کا مشرف بہ اسلام ہونا لکھا ہے۔ اس راجہ کا نام ہیرامن پیرو مل تھا اسی عہد
میں راجہ مالوہ ایک ہندو امیر و فاضل رتن نام مسلمان ہوئے جو بابا رتن صحابی کر کے
مشہور رہیں۔ ان کا مزار آجتک زیارت گاہ خلایق ہے۔ ۶۵۹ء میں مسلمانوں کی مختصر
جماعت جس میں عورتیں بچے بوڑھے سبھی تھے بغرض زیارت قدم آدم علیہ السلام عرب
سے جزیرۂ سراندیپ کو روانہ ہوئے۔ باد مخالف نے ان کشتیوں کو علاقۂ مالابار کے کنارے
لگا دیا۔ مجبوراً یہ قافلہ اُتر کر شہر کدنکلور میں داخل ہوا یہاں کے راجہ نے اس پریشان
حال غریب الوطن قافلہ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ اس کی مہربانیوں سے
گرویدہ ہو کر یہ گروہ یہیں زمیں گیر ہوگیا۔ راجہ نے ان کو معزز عہدے دئے مناصب
و جاگیریں دیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے عرب سے مستحکم تعلقات تجارت و آمد و رفت
قایم ہوگئے۔ چنانچہ ایک قافلہ کے ساتھ صحابیٔ رسول کریم حضرت تمیم انصاری رضی تشریف
لائے اور یہیں وفات پائی۔ اُن کا مزار مدراس سے بارہ میل جانب جنوب ساحل کولم
(میلاپور جو ساحل کارومنڈل پر واقع ہے) میں آجتک زیارت گاہ خلائق اور مسلمانان
زمانِ اولی کی سرزمین ہند پر قدم رنجہ فرمائی کا شاہد عادل ہے چونکہ اس گروہ میں بعض
وہ حضرات تھے جن کو شرفِ صحبت رسول کریم حاصل ہوا تھا اور اکثر صحابہ کرام کے
مستفدین تھے اس لئے اُن کا ہر ہر فعل ایک ایک حرکت عدل و اخلاق حسنہ کے
سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس حسن اخلاق و حسن معاشرت کو دیکھ کر ہندو گرویدہ
ہوگئے۔ اور اُن کو اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ اُن سے ایک نسل مخلوط مسلمانوں کی چلی۔
۸۱۵ء میں اس مخلوط نسل کا یہ عروج تھا کہ صاحب تاج و تخت ہوگئے تھے اس
امر کے ثبوت کے لئے چند ہندو اہل قلم اصحاب کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ بابو ڈپٹی
لال نگم لکھتے ہیں " اصل میں یہ سرزمین کریلا کے نام سے مشہور تھی۔ اس پر شاہانِ
چولا کا نائب مسمی بیرول حکمران تھا۔ آخری نائب نے ۸۱۵ء (یہ صحیح نہیں تامل
روایات سے ثابت ہے کہ شنکر اچاریہ اس ہی راجہ کے زمانہ میں پیدا ہوا " ڈاکٹر برنل
شنکر اچاریہ کا سن ولادت ۶۵۰ء قرار دیتے ہیں۔ رسول اکرم کی وفات ۶۳۵ء
میں ہوئی۔ اس لئے یہ راجہ رسول کریم کے عہد میں تھا۔ اور اسی زمانہ میں ۶۰۰ء
کے قریب دینِ اسلام اختیار کیا۔ اور مکہ شریف کا حج کر نیکی نیت سے اپنے مقبوضات

اپنے صاحب اقتدار سرداروں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس نے چیرہ مل ہاتولاتری
سردار کو اپنی ریاست کا شمالی حصہ اور حقوق شاہی تفویض کئے اور راجہ ٹراونکور
کے جد امجد دنا با و اونات کو جنوبی حصہ دیا۔ اور سردار پر پیٹھ کو جس کی نسبت عام طور
پر مشہور ہے کہ وہ مسلمان نائب کا بیٹا تھا۔ کوچین حوالہ کیا۔ اور زمورن کو اپنی تلوار
اور کچھ ملک عطا کیا۔ (سوانح عمری حیدر علی صہ ۹) عرب سے تجارتی تعلقات پیدا ہوتے
ہی نائروں میں اسلام پھیل گیا تھا۔ اور مخلوط قوم کی اولاد آدھی ہندو تھی اور آدھی
عرب (سوانح عمری حیدر علی صہ ۲) ۔ بابو مکٹ لال بہار گوپی۔ اے لکھتے ہیں کوچین
کے راجہ چیرامن پیرومل کے خاندان میں سے ہیں جو ملک کرالا میں جس میں ٹراونکور
اور مالابار شامل تھے۔ چولا بادشاہوں کی طرف سے بطور وائسرائے کے اس صدی ...
پہلے حکومت کرتا تھا۔ بعد میں خود راجہ بن بیٹھا تھا۔ (گورنمنٹ ہند صہ ۹) بابو منوہر لال
لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں آگیا تھا۔ مالابار میں بہت سے
مسلمان آکر آباد ہو گئے تھے اور کچھ دیسی لوگ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ راجہ نہایت مہربانی
سے ان سے پیش آتا تھا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء) لالہ رتن لال لکھتے ہیں حاکم
سراندیپ پہلے راجایان ہندوستان سے اور پر حقیقت اسلام کے واقف ہو کر صحابہ کرامؓ
کے وقت میں تابعدار شریعت کا ہوا۔ (عمدۃ التواریخ صہ ۳۹) یہ واقعات اس عہد
کے ہیں جب کہ ہندوستان پر حملہ کا کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اور محمد بن قاسم
وغیرہ کا دنیا میں وجود بھی نہ تھا۔ لالہ گوبند رام کپنہ کا ایک مضمون ہندو اخبار گروگھنٹال
سے اخبار الامان دہلی نے نقل کیا ہے۔ لالہ صاحب لکھتے ہیں جب سلطنت مغلیہ کی سطوت
و شوکت کا چراغ گل ہو گیا۔ اور دکن اور وسط ہند میں مرہٹوں کی حکومتیں قایم ہو گئیں
اور پنجاب میں برطانوی حکومت کا علم بلند ہو گیا تو مسلمانوں کے سیاسی تفوق کا عملاً خاتمہ
ہو چکا تھا۔ لیکن اس انقلاب کے باوجود ہندوؤں کے اسلام قبول کرنیکا سلسلہ کبھی بند
نہ ہوا۔ اگرچہ ہندوؤں کو یہ امر ناگوار گزریگا۔ مگر ہمیں اس سچائی کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ اگر
ہندوؤں نے اسلام کی دامن میں پناہ لی ہے اور اس میں جذب کی طاقت موجود ہے تو
اس کے سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ معاشرتی پہلو سے ہندوؤں کے نظام میں
بوسیدگی اور ابتری پیدا ہو گئی (۲۳ فروری سنہ ۱۹۳۰ء)

ڈولہ

متعصبین نے شاہان اسلام پر ایک یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ وہ ہندؤں کی لڑکیاں جبراً لے لیتے تھے۔ اور اس رسم کو ڈولہ کہتے تھے۔ لیکن ان ناواقف مصنفوں کو یہ معلوم نہیں کہ زمانۂ قدیم کے ہندو غیر قوموں میں لڑکیوں کے بیاہ دینے کو عیب نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ خود اس پر رغبت رکھتے تھے۔ چنانچہ سکندر نے جب راجہ کید ہندی کے پاس ایلچی بھیجا کہ میری اطاعت کرو ورنہ حملہ کرتا ہوں تو سکندر کا مطالبہ صرف اطاعت کا تھا۔ راجہ نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں اپنا جان و مال اُس پر نثار کرنیکو تیار ہوں اور اپنی بیٹی کا ڈولہ اس کو دونگا۔ چنانچہ دیگر تحائف کے ساتھ اپنی بیٹی بھی بھیجدی۔ (تاریخ ایران سرجان ملکم صہ ۹۵)۔

گزشتہ مضمون میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسلمان فاتحین سے بہت پہلے ہندوستان میں اسلام شایع ہو گیا تھا۔ اور ۱۵ھ میں مسلمان مخلوط النسل صاحب تخت و تاج ہو گئے تھے۔ گویا ہندو مسلمانوں میں سلسلۂ مناکحت قائم ہو گیا۔ اصل حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کو دیکھ کر راجہ نرادن پر زور ڈالا ہوگا کہ رشتہ داریکا سلسلہ قائم کریں انہوں نے یہ شرط کی ہوگی کہ ہم اپنی بیٹی نہیں دیسکتے۔ کیونکہ مومنہ کا نکاح مشرک سے نہیں ہوسکتا۔ ہندؤں نے اس شرط کو قبول کرلیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حصص ہندوستان میں ہندو اب بھی اپنی بیٹیاں مسلمانوں سے بیاہ دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی بیٹیاں نہیں لیتے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سید ہیں۔ اور سید کی بیٹی غیر کفو والے کو لینا گستاخی ہے۔ یا یہ ہوگا کہ بعض ہندو قوموں میں یہ رواج ہے کہ جس خاندان میں بیٹی دیتے ہیں۔ اُس کی بیٹی نہیں لیتے۔ اس کو یک طرفہ رشتہ کہتے ہیں۔ اسی قدیم اثر سے یک طرفہ رشتے کا دستور تومسلم تگا (گوڑہ برہمن) ضلع میرٹھ و بلندشہر و بجنور (جن کو عوام غلطی سے مولا کہتے ہیں) میں چلا آتا ہے۔ بابو منوہر لال لکھتے ہیں۔ ایسا ہر دلعزیز سردار تھا (محمد بن قاسم) کہ رانی لادی (بیوہ راجہ داہر) نے بخوشی اُس کی بیوی بننا قبول کیا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) ۱۴۸ھ میں راجہ سندھ نے اپنی لڑکی عبداللہ اشتر بن محمد امام حسنؓ کے پوتے سے بیاہ دی۔ ادج کی رانی نے خود پیام دیکر

جیسیں ۱۱ سرداران خود راجستان معہ بے شمار غلامان بہادر گورنر شاہ دہلی مقرر ہوئے (ٹاڈ راجستان صہ ۲۵۵)

اپنی لڑکی سُلطان شہاب الدین غوری کے نکاح میں دی۔ (حوالۂ مذکور) اکبر بادشاہ نے اپنے استحکام تسلط کے لئے چاہا کہ دختران راجوں کو اپنے نکاح میں لاوے حسن خان میوانی جس وقت تسخیر قلعۂ چتور پر گیا دختر برا در رانا کو درخواست کرکے اور اسلام قبول کرواکے حرم سلطانی میں داخل کیا۔ (عمدۃ التواریخ رتن لال ص۱۳۹) چون آنحضرت را (اکبر) بر مملکت ہندوستان استیلائے کامل بہم رسید خواستند کہ با راجہائے عظام ایں ولایت کہ در حقیقت بادشاہ مملکت خود ہا بودند وصلت و خویشی نمودہ شود تا غبار فتنہ از میان برخیزد و چشمۂ بیگانگی انباشتہ شود۔ بدیں رائے صواب اندیش بانواع دلداری و ہزاران ہزار دلنوازی ایں حرف را بکلاً نتراں ایشاں در میان آوردند۔ از اقبال حضرت شاہنشاہی ہمہ راجہائے نامدار سوائے رانائے اُدے پور کہ خود را سرآمد راجہائے ہندوستانی می دانست قبول نمودند اول حسن خاں میواتی دختر ماہ پیکر خود را بہ شبستان اقبال فرستادہ بعدہ راجہ بہاڑا مل والئ امیر قوم کچھواہہ دختر خورشید منظر پیش کش نمود۔ من بعد جمیع راجہا تبقدیم ایں کار کمر جاں بستہ اظہار یگانگت و خویشی نمودند (گلستان ہند مصنفۂ کنور درگا پرشاد) چوں حضرت خاقان زمان (اکبر) روابط انتساب براجہا مربوط گردانیدند آنہا باوجود مخالفت مذہب ایں نسبت ہا سرفرازی داشتند دانستہ از ہر دو طرف ایں راہ را وا کردند (خلاصۃ التواریخ سبحان سنگھ) غرض ڈولہ لینے میں شاہان اسلام کا جبر کرنا ثابت نہیں۔ بلکہ رضا اور رغبت سے یہ سلسلہ قائم ہوا۔

انہدام مناد ر

اسلام نے غیر مسلم رعایا پر اور اُن کے معابد کی حفاظت کا حکم دیا ہے غیر مسلم رعایا پر ظلم کرنیوالے پر رسولؐ کریم نے لعنت فرمائی ہے۔ پس کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جو اسلام کا دم بھرتے ہوئے اپنے آپ کو رسولؐ کریم کی لعنت کا مصداق بنائے۔ اورنگ زیب کا ایک فرمان پہلے نقل کیا جاچکا ہے اُس نے فرمان میں خود تصریح کی ہے کہ ہماری شریعت قدیم مناد ر کی حفاظت کا حکم دیتی ہے۔ یہ بھی امر غور طلب ہے کہ محمود غزنوی نے جسقدر حصۂ ملک فتح کیا۔ اور اورنگ زیب نے جسقدر ملک پر حکمرانی کی اُسمیں ہزاروں مندر تھے۔ اگر یہ سلاطین مندر شکنی کرتے تو ایک مندر بھی

باقی نہ رہتا۔ لیکن اس کے خلاف انہوں نے مندروں کو جاگیریں دیں۔ لیکن اس
سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ان سلاطین نے دو چار مندر ضرور منہدم کئے۔ مگر یہ انہدام
کسی مذہبی عناد و تعصب کے باعث نہیں ہوا۔ کیونکہ مذہبی تعصب کی صورت میں تو
سب کے لئے وہی صورت ہے اسلئے قیاس صحیح یہ ہے کہ ان کے منہدم کرنیکی کوئی امر معقول
و خاص وجوہ ہوں گے۔ خاکسار نے جو اس امر کی تحقیقات کی تو منہدمہ مندروں کا انہدام
ان پانچ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے تحت میں ہوا ہے اور یہ تمام وجوہ رفاہ خلائق
و انتظام سلطنت کے تحت میں ہیں

نمبر (۱)

بعض وہ مندر منہدم ہوئے جن کے مالک و متولی مسلمان ہوگئے انہوں
نے اپنے معبد کو اپنا معبد بنالیا۔ ایسا عملدرآمد گرجاؤں کے ساتھ بھی تاریخ سے ثابت ہے
ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں جوں جوں عیسائی مسلمان ہوتے گئے گرجا مسجدوں سے تبدیل ہوتی
گئے (پریچنگ آف اسلام) بغیر اس صورت کے واقع ہوئے مندر کا مسجد بنانا ممکن نہیں۔
کیونکہ ذمیوں کے معابد کی حفاظت لازمی ہے۔ اور ارضی و مال مغصوبہ سے مسجد کا بنانا
جائز نہیں۔ نہ ایسی مسجد میں نماز جائز ہے۔ سلاطین اسلام ایسے جاہل نہ تھے کہ مذہب
کے لئے ایک کام کرتے اور اس میں ثواب کیجگہ اُلٹا عذاب سر لیتے۔

نمبر (۲)

بعض وہ مندر منہدم کئے گئے جو مرکز جرائم تھے۔ ایک ہندو فاضل لکھتا
ہے کچھ برہمنوں نے لڑکوں کو ناچنا گانا سکھا کر مندروں کی دیوداسی بنانا شروع کیا اکثر
رقاص لڑکے جرم خلاف وضع فطری کا باعث ہوتے رہتے تھے (آئینہ اعمال دیانند) لالہ
پرتاب سنگھ لکھتے ہیں بعض مندروں پر ناقص الاعمال لوگ مسلط ہوگئے تھے (پیسہ اخبار
جنوری ۱۹۲۶ء)۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک مندر کو اورنگ زیب کے ایک ہندو افسر
نے بادشاہ سے اجازت لیکر منہدم کرایا۔ کیونکہ وہاں کے پجاریوں نے اس کی عورت کو
غائب کرلیا تھا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء)۔ اس زمانہ میں ریل۔ تار۔ ڈاک تو تھے
نہیں۔ دور دراز مقامات پر خاص خاص جرائم کا انسداد بغیر اس صورت کے ممکن
نہ تھا۔ اور یہ صورت دیگر معابد کے متولیوں کے لئے درس عبرت بھی تھی۔

حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کا وفد رسول کریم کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ ہمارے شہر میں ایک گرجا ہے اسکا کیا کریں (کیونکہ رئیس شہر مسلمان ہوگیا تھا) آپ نے فرمایا اسکو [illegible]

نمبر(۳)

بعض وہ منہدم کئے جن پر انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں۔ جب محمود نے تھانیسر پر حملہ کیا تو راجہ لاہور کی فوج اسکا بھائی محمود کی فوج میں شریک تھے۔ اس فتح کے بعد محمود نے ایک مندر منہدم کیا۔ اس مندر میں جو بت تھا۔ اس کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۷ء)

اس بت خانہ کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ سلطان محمود کو اطلاع ملی کہ تھانیسر قنوج مہابن کے راجے جو پہلے بھی تمام لڑائیوں میں شریک ہو چکے تھے دیگر راجوں کو آمادہ فساد کر رہے ہیں۔ اور تھانیسر کا بت خانہ اس سازش کا مرکز ہے۔ لہذا سلطان نے تھانیسر پر حملہ کا قصد کیا۔ اور انندپال راجہ لاہور کو لکھا کہ مدد کے لئے حاضر ہو۔ انندپال نے اپنے بھائی کی سرکردگی میں دو ہزار فوج بھیجی (انندپال برادر خود را با فوج کار آزمودہ باعانت سلطان فرستاد۔" (گلستان ہند دفتر دوم صہ ۱۹) ان دو ہزار ہندوؤں کے علاوہ دس ہزار ہندو فوج سلطانی میں تھے۔ تھانیسر میں ایک مندر تھا جسکا نام سوم جگ تھا اسکے بت کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ محمود نے اس سازشی مندر کو توڑا اور سازشی گروہ کو گرفتار کیا۔ اس میں جو بت تھا اس کے متعلق اختلاف ہے۔

ملکم صاحب کا قول ہے کہ توڑا گیا۔ فرشتہ لکھتا ہے غزنی بھیجا گیا۔ بہر حال یہ بت خانہ اگر خالص معبد ہوتا۔ اور اس میں عبادت کے سوا اور کوئی قبیح رسم نہ ادا کیجاتی تو مثل اور مندروں کے یہ بھی محفوظ رہتا۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو بارہ ہزار ہندو ایسے بے حمیت نہ تھے کہ اسکو توڑ دیتے اور انندپال بھی اس کو آسانی سے برداشت نہ کرتا یہی وجہ ہے کہ ہندو مؤرخ سبحان سنگھ بھی اس کے توڑنے پر اظہار پسندیدگی کرتا ہے اور اس بت کا مذاق اڑاتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے بت جگر سوم را بغزنی بردہ بفرمودہ سلطان بر درگاہ نہادند تا پامپر خلائق گردد۔

مجسمے چوں بر آرد جہات کس ✻ کہ نتو انداز خویش راندن مگس

نہ نیروے دستش نہ رفتار پائے ✻ و گر بفگنی بر نخیزد ز جائے

(خلاصۃ التواریخ)

نمبر (۴)

بعض وہ مندر منہدم کیے گئے جو پولیٹیکل اکھاڑے تھے۔ اور جہاں سلطنت کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں۔ اس قسم کے مندروں کے خزانے اور اموال بھی ضبط کیے گئے۔ لالہ پرتاب سنگھ لکھتے ہیں مندروں میں جو عالم عابد رہتے تھے انکے ہاتھ میں ملکی سیاست کی باگ تھی۔ کوئی فرمانروا مندر کی تجاویز سے سرتابی نہ کرتا تھا تمام مذہبی اور دنیوی امور مندر ہی کی کونسل کی تجویز سے حل ہوتے تھے۔ مندر کا خزانہ ملکی مصائب قحط و باء جنگ میں کام آتا تھا۔ اس قسم کی عمارتوں کے برباد کرنیکا ہمیشہ دستور رہا راجاؤں کا کام صرف مندروں کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

(پیسہ اخبار جنوری ۱۹۲۶ء)۔ صدر مقام پر جو بڑا مندر ہوتا تھا وہ اس زمانہ کی سیاسی جدوجہد کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ اور تمام پولیٹیکل مسائل وہیں سلجھائے جاتے تھے (واقعات ہند)۔ ان مندروں کی نوعیت ظاہر کرتی ہے کہ یہ خالص معبد نہ تھے بلکہ سیاسی مجالس کے صدر دفتر تھے اُن کا خزانہ صدقات و خیرات کا خزانہ نہ تھا بلکہ ملکی پیچیدگیوں کے مصارف کا بیت المال تھا۔ اس قسم کے مقامات پر قبضہ کرنا اور اُن کو زیر و زبر کرنا ہر فاتح کا فرضِ اولین ہے۔" تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ مندر مذہبی م

نمبر (۵)

بعض وہ مندر منہدم کیے گئے جو غصباً بنائے گئے اور جن کا وجود بدامنی کا موجب ہونے والا تھا۔ ابوالفضل حج کو جارہا تھا راستہ میں راجہ بندیلکھنڈ نے اُس کو قتل کر کے اُس کا مال لوٹ کر اُس سے ایک مندر تعمیر کیا۔ اس پر مسلمان بہت مشتعل تھے۔ اور فریقین میں کشیدگیوں کے بڑھنے اور بدامنی پیدا ہونیکا اندیشہ تھا اس لئے عالمگیر نے اُس مندر کو منہدم کرایا۔ لالہ منوہر لال لکھتے ہیں ایک وہ مندر منہدم کرایا جو راجہ نرسنگھ دیو نے ابوالفضل کو قتل کر کے اُس کے مال سے بنالیا تھا۔

(پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۶ء) شیر خان لودی جو ابوالفضل کا سخت مخالف ہے اور اس کو ملحد و کافر کہتا ہے اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے۔" آن ضال مضل (ابوالفضل) در راہِ دکن باشارۂ نورالدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بہ قتل رسید و مال لٹ گیا۔ کہ

بدست آویزے بے رابے گرد آوردہ بود با ہتمام راجہ مذکور بر معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم کریمہ "اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ" بظہور پیوست آخر آن بتخانہ نیز بتیشہ حکم حضرت عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد (مرآۃ الخیال)

گجرات میں ہنود نے جبراً چند مساجد پر قبضہ کرکے بت رکھ لئے تھے ان بتوں کو وہاں سے علیٰحدہ کرکے مساجد بحال کی گئیں۔ ان کے متعلق احکامات تو شاہجہاں نے جاری کئے تھے مگر خانہ جنگی شروع ہو جانے سے پوری تعمیل نہ ہو سکی۔ اورنگ زیب نے اُن احکامات کی مکمل تعمیل کرائی۔ چنانچہ صاحب شاہجہاں نامہ لکھتا ہے "چوں رایات اجلال بحوالئی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات و مشایخ آن قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرابیرو آمائے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از مغان مساجد بہ تعدی در عمارت خود آوردہ بنا بران شیخ محمود گجراتی کہ از زمرے دانش بہرہ داشت و دار وغگیٔ مردم جدید الاسلام بر و مقرر بود رخصت یافت تا بعد از ثبوت نسار مسلمہ را از تصرف کفار برآرد و مساجد و عمارت آن ملاعین جدا سازد او مطابق حکم بہ عمل آورد ہفتاد حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرۂ فجرہ برآمدند و ہر جا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود درآمدہ بود بعد از تحقیق آنرا افراز نمود۔"

مذکورہ بالا پانچ وجوہ کے سوا اور کسی وجوہ سے کسی مسلمان حکمران کا مندر منہدم کرنا ثابت نہیں۔ اور اب تو یہ دستور ہو گیا ہے کہ جہاں کوئی مورت ٹوٹی ملے اُس کو محمود یا عالمگیر کے سر مڑھ دیا۔ بابو رام نراین صاحب لکھتے ہیں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حالات کو انگریزی مؤرخوں نے اپنے فرائض کی بنا پر ایک خاص رنگ دیا ہے۔ عام طور پر ممدوح کو متعصب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندؤں کے معبدگاہ تباہ و برباد کئے اُن کو انواع و اقسام کی تکالیف پہونچائیں۔ مگر یہ امر غور طلب ہے کہ یہ افواہیں کس حد تک صحیح اور درست ہیں۔ و کس حد تک رنگ آمیزی ہے جس کی بنیاد قیاسات یا بازاری افواہوں پر مبنی ہے جہاں تک میں غور کرتا ہوں شہنشاہ عالمگیر کے عہد میں مندروں کی تباہی ہرگز نہیں ہوئی نہ شہنشاہ کو اس بارہ میں کوئی مذہبی تعصب یا عناد تھا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی ہو تو وہ پولیٹیکل مصالح اور اسوقت کے واقعات سے متعلق ہے۔

(آگے لکھتے ہیں) لب دریا جمنا الہ آباد کا قلعہ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا اس قلعہ کے اندر ہندوؤں کا ایک معبد ایک وسیع تہہ خانہ کے اندر اب تک موجود ہے اس تہہ خانہ کے اندر ایک برگد کا درخت ہے (آگے کی عبارت کچھ اڑسی ہوئی ہے) ہندوؤں کی مذہبی مورتیاں وہاں رکھی ہوئی ہیں۔ ہزاروں ہندو اسوقت تک درشن کے لئے روز وہاں آتے جاتے ہیں۔ ہندو۔ پنڈے اور پوجاری اسکے اندر اپنے عقائد کے بموجب پوجا کے مراسم ادا کرتے ہیں یہہ قلعہ مسلمہ طور پر شہنشاہ اورنگ زیب کے قبضہ میں تھا اور شہنشاہ موصوف اس معبد گاہ کو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ تباہ اور مسمار کر سکتے تھے۔ مورتیوں کی ساخت اور جسامت سے پایا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں ہزارہا سال کی بنی ہوئی ہیں۔ اور ان مورتیوں میں سے کوئی بھی مورتی ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اگر فی الحقیقت شہنشاہ اورنگ زیب کو بت شکنی کی عادت ہوتی تو سب سے پہلے ان مورتیوں کا قلع قمع کر دیا جاتا۔ آج کل یہہ ایک عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ملجاتی ہے تو اس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہیں۔ لیکن اصلیت یہہ نہیں ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ کے زمانہ میں جب جین اور بدھ مت مذہبوں کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ اس وقت کی ہزارہا جین اور بدھ مذہب کی شکستہ مورتیاں اس وقت لاعلمی سے ہندو مندروں میں موجود ہیں جن کو میں نے بچشم خود بغور دیکھا ہے مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے کہ یہ مورتیاں اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہیں۔ حالانکہ یہہ عرصۂ دراز پہلے شکست کیجا چکی تھیں (ہمدم ۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء) ارجنٹہ کے غار جن سے اب ۶۰ برس پہلے کوئی واقف نہ تھا ان میں ٹوٹے ہوئے

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے مگر ایسا کوئی واقعہ کبھی میری نظر سے نہیں گزرا۔ کہ بحالت جنگ کسی ذریعہ سے کسی معبد کو نقصان پہنچ گیا ہو اور یہ ایک مجبوری سی ہے۔

سومنات

اس کے متعلق یہ روایت ہے (کہ محمود جب مندر میں گیا تو پجاری نے کہا کہ بت نہ توڑا جائے اور ہم سے اسقدر دولت لے لیجائے محمود نے کہا میں بت شکن

[illegible]

مشہور ہونا چاہتا ہوں۔ بُت کے گرز مارا۔ اوس کے پیٹ میں سے بے انتہا دولت نکلی)۔ اس روایت کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ متعصبوں نے اس کو گھڑا سادہ لوح عقیدت مندوں نے نقل کیا۔ مؤرخ نے مشہور روایت سمجھ کر نقل کر دیا اِس کی تکذیب کے لئے یہی کافی ہے کہ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سومنات کا بت مشہور ان بارہ لنگوں یعنی توالد کی علامتوں میں سے تھا جو ہند کے مختلف مقامات پر قایم کئے گئے تھے چونکہ محمود نے بُت شکن نام اختیار کیا تھا۔ اُس زمانہ کے ایرانی مؤرخ سومنات کی تاخت وتاراج سے محمود کے دینی جوش کی ایک روایت منسوب کرتے ہیں تاریخ فرشتہ کا مصنف بلالحاظ اس بات کے کہ یہ بُت محض ایک ناتراشیدہ پتھر تھا کوئی مورت نہ تھی۔ بیان کرتا ہے کہ جس وقت محمود مندر میں داخل ہوا تو پجاریوں نے اُسے بُت کے عوض بے انتہا دولت دینے کا وعدہ کیا۔ مگر محمود نے جواب دیا کہ میں بُت فروش مشہور ہونے سے بُت شکن مشہور ہونا پسند کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا گرز اس زور سے مارا کہ بُت پاش پاش ہو گیا۔ اور جواہراتِ کثیر اوس کے اندر سے نکلے اور اس طرح محمود کو گویا اپنی بے ریا دیانتداری کا غیب سے صلہ ملا۔ اگرچہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اس بے بنیاد قصہ کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ تاہم اکثر مصنفوں نے اس کا بالتخصیص ذکر کیا ہے (تاریخ ہند حصہ دوم) لالہ منوہر لال لکھتے ہیں سومنات کے بُت کے توڑنیکی کہانی میرے خیال میں سراسر غلط ہے کیونکہ سومنات میں کوئی بُت نہ تھا بلکہ لنگ تھا۔ (آگے لکھتے ہیں) اِس بُت خانہ کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا اس میں ایک مورتی تھی جس پر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ (پیسہ اخبار اکتوبر ۱۹۲۳ء) سومنات میں بہت سے مندر تھے لیکن مشہور بُت خانہ میں کوئی مورت نہ تھی بلکہ لنگ تھا۔ ہاں اس بُت خانہ کا خزانہ زر وجواہر سے مالامال تھا۔ اور جب محمود نے ہندوستان پر حملے کئے تو تمام راجوں نے اپنی قوت کا مرکز آخر سومنات کو قرار دیا۔ (واقعات ہند) یہ وہ مندر تھا جس کے پجاری اس کے زور وقوت پر فخر کرتے تھے۔ (ملکم صاحب) اصل حقیقت یہ ہے کہ جب محمود نے متواتر حملے کئے تو قرامطہ اور ہندوؤں نے اپنی تمام قوت سومنات کو منتقل کر دی۔ اور جسقدر محمود کے مدِمقابل تھے سب وہاں جمع ہو گئے اسلئے محمود کو حملۂ سومنات کے لئے مدعو کیا گیا۔ محمود جب یہاں فتحیاب ہوا تو

بڑا مندر لنگ کا تھا۔ لنگ کے مندر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک مہذب قلم سے نکلنا دشوار ہے۔ ایک مہذب بادشاہ ایسے مقام کو جہاں شرمناک جرائم وقوع پذیر ہوتے ہوں باقی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے اس کو توڑا گیا۔ اور وہاں جو خزانہ جنگی مصارف کے لئے تھا ضبط کر لیا گیا۔ اس طرح کثیر التعداد دولت محمود کے ہاتھ آئی۔ دوسرا مندر وہ تھا۔ جس پر نوزائیدہ لڑکی کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ اس خلاف انسانیت رسم کو رحمدل سلطان برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے اس کو بھی منہدم کیا گیا۔ ان دو کے سوا اور کسی بت خانہ کو جو خالص معبد تھے ہاتھ تک نہ لگایا۔ باوجودیکہ وہ زر و جواہر سے معمور تھے۔ لالہ رتن لال لکھتے اور بتانِ زرین وہاں بہت تھے (عمدۃ التواریخ صلا ۸) ان بتانِ زرین کا چھوڑ دینا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ سلطان نے تعصب یا لالچ سے کسی بت خانہ پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ بلکہ محض رفاہِ خلق کے لئے۔

دکن کی اسلامی ریاستیں

اورنگ زیب پر ایک یہ الزام بھی ہے کہ دکن کی اسلامی ریاستوں کو برباد کیا۔ چونکہ یہ اعتراض خالص مسلمانوں کا ہے۔ اور دیگر فرقہ والوں سے اس اعتراض کا تعلق نہیں اس لئے اس اعتراض کو باب اوّل میں شریک نہیں کیا گیا۔ اس معاملہ کے متعلق علامہ شبلی نعمانی نے اپنے رسالۂ اورنگ زیب پر ایک نظر میں کافی روشنی ڈالی ہے۔ دکن کی ریاستوں سے سلسلۂ جنگ اکبر کے زمانہ سے قائم تھا۔ عالمگیر نے کوئی نیا سلسلہ قائم نہیں کیا۔ دکن کی تین اسلامی ریاستیں خاندیس۔ برار۔ احمد نگر۔ اورنگ زیب کی تخت نشینی سے قبل شامل سلطنتِ مغلیہ ہو چکی تھیں۔ صرف دو ریاستیں حیدر آباد و بیجاپور باقی تھیں۔ سکندر شاہ والیٔ بیجاپور نے سنبھاجی کی امداد کی۔ عالمگیر نے چھ مرتبہ متنبہ کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس لئے عالمگیر کو اس ریاست کا خاتمہ کرنا پڑا۔ خافی خان لکھتے ہیں " چوں از فساد و نفاق بیجاپوری یعنی سکندر حالیٔ آنجا کہ وارثِ ملک ہم نبود معہذا با غنیم رفاقت مینمود۔ متواتر بہ عرض رسید و مکرر فرمانِ نصیحت آمیز از راہِ تہدید و وعدہ وعید صادر گردید فائدہ

برخوا ان دولت موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ اب کسی کو بغاوت کا خیال خواب میں بھی نظر نہ آسکتا تھا۔ مگر وہ کیا چیز تھی جسنے اکدم پانسا پلٹ دیا۔ وہ عالمگیر کے جانشینوں کی نااہلیت تھی۔ عالمگیر کو اگر اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں جیسے جانشین ملجاتے تو قیامت تک کے لئے مغلوں کا پرچم ہندوستان میں نصب ہوجاتا۔ لیکن افسوس ہے کہ عالمگیر کے بعد شاہ عالم ثانی تک کوئی ایک بھی صاحب ہوش پیدا نہ ہوا ؎

ہر آنکہ زاد بہ ناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانْ

عالمگیر اور ٹیپو

تاریخ عالم میں ایسے بہت سے بادشاہ نظر آئینگے جنہوں نے عدل وانصاف میں ناموری حاصل کی ہوگی۔ ایسے بھی بہت گزرے ہیں جنہوں نے اراضی اور محکمات کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر کیا۔ ایسے بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے دستِ کرم سے غربا کو مالا مال کیا۔ لیکن عالمگیر اور ٹیپو کی نظیر دیگر ممالک اور قوموں کی تاریخ تو پیش نہیں کرسکتیں۔ ہاں تاریخ اسلام میں ڈھونڈھنے سے باستثنا حضرات خلفاء اربعہ کے دو ایک ہستیاں ایسی نظر آسکتی ہیں۔ عدل۔ سخاوت۔ انتظام۔ ان سب میں اپنا مطلب ضرور داخل ہے۔ منصف۔ منتظم۔ سخی کی سلطنت کو ترقی ہوتی ہے۔ رعایا کے قلوب اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ لیکن عالمگیر اور ٹیپو ایسے بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے تخت سلطنت پر فقیرانہ زندگی بسر کی ہے۔ جنہوں نے رعایا کی مرفہ الحالی کی غرض سے سلطنت کے محاصل کو گھٹایا۔ جنہوں نے حسن اخلاق کا نمونہ بن کر اپنی ہستی کو رعایا کے سامنے پیش کیا عالمگیر ٹوپیاں بناکر۔ قرآن شریف لکھ کر گزر بسر کرتا تھا۔ اسی قسم کے ٹیکس اک دم معاف کردئے جنکی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ عالمگیر اور ٹیپو پاکدامنی وحیا عدل و سخا کی مجسم تصویریں تھے۔ لہو ولعب ارباب نشاط سے اُن کے دربار خالی تھے غیظ وغضب سخت گیری۔ آرام طلبی سے اِن کو نفرت تھی۔ گذشتہ بیانات میں اِن امورات کی تفصیل آچکی ہے۔ آج اس روشنی کے زمانہ میں بیدار مغزوں کے عہد حکومت میں مدت تک دیکھئے

رعایا التجائیں کر رہی ہے۔ کمیٹیاں۔ رزولیوشن پاس کر رہے ہیں کہ میخواری کا انسداد کیا جائے۔ مگر سلطنت کی نظر اپنے کروڑوں کے محاصل پر ہے۔ عالمگیر اور ٹیپو کی نظر رعایا کی درستی اخلاق پر تھی۔ زنان بازاری کے متعلق بہت سی تجویزیں پیش ہوئیں۔ مگر اون کی گرم بازاری ہے۔ اس قسم کے فواحشات سے یہ دونوں بزرگ سلاطین اپنی رعایا کو خود بچاتے رہے۔ عالمگیر ایک فرمان میں حکم دیتے ہیں (کہ اصلاً و قطعاً بنگ نکارند) ۔ دوسرے فرمان میں لکھتے ہیں " خلائق را از ارتکاب منہیات و محرمات خصوصاً شراب خمر کردن۔ وبنگ بوزہ وسائر مسکرات ومباشرت فواحش و زانیات حتی المقدور از قبایح اعمال وشنایع افعال باز دارد "

مسٹر ڈپٹی لال لکھتے ہیں " اسنے (ٹیپو) عورتوں کو سر اور سینہ کھولکر ادہر ادہر پھرنے کی ممانعت کر دی ص۵۹ " اوس نے مسکرات کی بیع وشرا کی سختی سے ممانعت کی ص۱۰۴۔ اس صوبہ (کالی کٹ) کے رسوم ذمیمہ کا انسداد کیا۔ اور یہ قانون نافذ کیا کہ کوئی عورت ایک سے زیادہ خاوند نہ کرے (ایک ساتھ) ص۱۱۱ (سوانح عمری ٹیپو) "

بعض سلاطین نے ستی کا انسداد کیا۔ ان دونوں بزرگوں نے ستی۔ [illegible]۔ انسانی جھینٹ۔ ان تمام کا انسداد کیا۔ لیکن سب سے بڑھ کر وہ بات ہے جو پہلے مذکور ہوئی کہ لوگوں کو افعال شنیعہ اور رسومات ذمیمہ سے بچایا۔ یہ دونوں ایک طرف بادشاہ۔ منتظم وعادل تھے تو دوسری طرف ہادی۔ ومصلح کامل تھے۔ رعایا کی ظاہری صلاح وبہبود کے علاوہ ان کے تزکیہ وتصفیہ باطنی کا بھی انتظام کیا۔ فقط

نہ بخشید۔

ابوالحسن تانا شاہ والئی حیدرآباد نے ریاست کا تمام نظم و نسق دو برہمنوں پر چھوڑ رکھا تھا۔ جسکا نام مادنا اکنا تھا۔ یہ دونوں نہایت متعصب و ظالم تھے۔ مساجد کی بے حرمتی کرتے تھے۔ مسلمانوں کو ستاتے تھے۔ سیوا سنبھا کی مدد کرتے تھے۔ اور کچھ حصہ ملک سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ عالمگیر نے مجبور ہو کر شاہزادہ معظم کو اس پر فوج کشی کا حکم دیا۔ شاہزادہ نے میدان جنگ میں صلح کے لئے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مادنا اکنا کو برخاست کیا جائے۔ ۲۔ شاہی علاقہ یعنی پرگنات سیرم وغیرہ پر جو قبضہ کر لیا گیا ہے وہ واپس کئے جائیں۔ ۳۔ بقایا خراج سابقہ ادا کیا جائے۔" لیکن تانا شاہ نے ان شرطوں کو قبول نہ کیا۔

خافی خان لکھتے ہیں :" از انکہ ابوالحسن قطب الملک فرمانروائے حیدرآباد بہ افعال قبیح از سپردن ملک بہ مادنا و اکنا کہ ہر دو کافر شدید العداوت بودند وسختی و ظلم زیادہ بر مسلمانان می گزشت وفسق وفجور علانیہ از رواج مسکرات ولہو لعب زیادہ بعرض رسید" (آگے لکھتے ہیں) وعلاوہ آن ویرا امداد سنبھائے جہنمی دارالحرب درتاخت وتسخیر قلعہ جات ورساندن لک ہون (لاکھ اشرفی) نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساخت۔

مآثر الامرا میں ہے" پیشتر با والئی حیدرآباد متفق شدہ (سیوا) قرارداد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمائیم۔ تانا شاہ کے زمانہ میں مساجد کا کیا حال تھا۔ اور ہندو کیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق فرشتہ لکھتا ہے۔ "درمساجد فرود آمدہ (ہنود) بت پرستی میکردند وساز نواختہ سرود میگفتند"

ان وجوہ سے عالمگیر کو ان دونوں اسلامی ریاستوں کا الحاق کرنا پڑا۔ ماہرین سیاست غور فرما سکتے ہیں کہ اگر اس وقت دکن کی یہ ریاستیں سلطنت مغلیہ سے ملحق نہ کی گئیں ہوتیں تو آج دکن پر مسلمانوں کا پرچم لہراتا نظر نہ آتا (زندہ باد شاہ دکن۔ پائندہ باد دولت آصفیہ) بلکہ خاکم بدہن مرہٹوں یا انگریزوں کا سکہ رواں ہوتا۔

سلطنتِ مغلیہ کا زوال

انگریزی مؤرخوں کے مقلدوں نے تو سلطنتِ مغلیہ کے زوال کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ عالمگیر نے ہندوؤں پر بیحد ظلم کیا۔ اس لئے ہندو بد دل ہو گئے اور بغاوت پر آمادہ کھڑے ہوئے۔ لیکن ماہرین سیر جانتے ہیں کہ یہ کمزور رائے عالمگیر کو بدنام کرنیوالوں کی من گھڑت داستانوں پر مبنی ہے۔ جن کی بہت کچھ تردید اس رسالہ میں کی جا چکی ہے۔ ہندو آخر تک عالمگیر کے ساتھ رہے۔ مہم دکن میں جو عالمگیر کی آخری مہم تھی راجپوتوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ تھی اور انہوں نے نہایت دلیری سے جنگ کی۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہان۔ ان سب کے عہد کی تاریخ پڑھو۔ ہر ایک کے زمانہ میں بغاوتیں ہوتی ہی رہی ہیں۔ ایسی ہی بغاوتیں عالمگیر کے عہد میں ہوئیں۔ مذکورۃ الصدر سہ سلاطین کے زمانہ میں بغاوتیں دب دب گئیں۔ لیکن عالمگیر نے بغاوتوں کا ایسا قلع قمع کیا تھا کہ پھر بغاوت کا امکان ہی نہ رہا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ ہندوستان پر غزنویوں سے لے کر مغلوں تک کئی مسلمان خاندانوں نے حکومت کی۔ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں ہندوؤں کو رعایا بنا کر رکھا۔ اور بحیثیت رعایا ہونے کے ان کے ساتھ ہر قسم کی مراعات کیں۔ لیکن اکبر نے ان سے مستقلاً رشتہ داری کا سلسلہ قایم کیا۔ جس سے ان کو شاہی خاندان میں ریشہ دوانیاں کرنیکا موقع ہاتھ آیا۔ چنانچہ اول جہانگیر کو ابھار کر اکبر کے مقابلہ پر بغاوت کرائے پھر راجہ مان سنگھ نے شہزادہ خرم سے بغاوت کرائے۔ اکبر کے بعد خسرو سے بغاوت کرائی پھر جہانگیر و شاہجہاں میں چلوا دی۔ راؤستر سال و رام سنگھ نے داراشکوہ کو بہکا کر بھائیوں سے لڑوایا۔ راجہ جسونت سنگھ نے شہزادہ معظم کو اور راجہ درگاداس نے شہزادہ اکبر کو عالمگیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ عالمگیر نے بیٹوں میں ملک تقسیم کر دیا تھا۔ اسپر بھی راجوں نے ان کو ابھار کر لڑوا دیا۔ یہ رائے ایسی ہے کہ اس کو ناقابل توجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن تمام بربادی کا بار صرف اس ہی ایک خیال پر رکھنا بھی غلطی ہے۔ عالمگیر نے ایک مکمل منتظم طاقت ور حکومت چھوڑی تھی۔ تمام

اُٹھارویں صدی عیسوی کے مورخ اکثر مسلمان سلاطین و حملہ آوروں کے متعلق یہہ لکھتے ہیں کہ وہ لوٹ کھسوٹ کرتے تھے جہاد کرتے تھے۔ لونڈی غلام بناتے تھے یہہ تمام باتیں جس صورت سے بیان کی جاتی ہیں سراسر الزام و اتہام ہیں۔ اِن کی حقیقت معلوم کرنا ہو تو میرے رسائل غازیان ہند و باطل شکن کو ملاحظہ کیجئے۔ میں ایک ایسی تاریخ میں جس کو طلباء اسکول کے ہاتھوں تک پہنچانے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ مذہبی مسائل و مناظرانہ بحثوں کو داخل کرنا نہیں چاہتا۔ صرف اِس قدر عرض کرتا ہوں جسطرح دنیا میں عیسائی۔ ہندو پارسی۔ بودھ۔ بادشاہوں نے لڑائیاں لڑیں تاخت و تاراج کی۔ مفرورین جنگ وغیرہ کو گرفتار کیا۔ اِسی طرح مسلمان بادشاہوں نے بھی کیا ہے۔ سلاطین اسلام نے اگر کوئی نئی بات کی ہے تو یہ کی ہے کہ اسیران جنگ و مفتوحین کے ساتھ رحم و انصاف کا برتاؤ کیا ہے۔ تلوار کا صحیح استعمال کیا ہے اور یہہ خصوصیت ایسی ہے کہ جو دیگر ملک و ملت کے سلاطین میں نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ یہہ امورات میرے مذکورہ بالا دونوں رسائل سے ایک بڑی حد تک ثابت ہیں۔ لیکن اس خاص مقصد کے لئے میں ایک رسالہ **غزوات السلاطین** تالیف کر رہا ہوں۔ اگر خواستہ خدا ہے تو اس سال میں یہہ رسالہ مرتب ہو کر شائع ہو جائیگا۔ فقط

تمت بعونہ